قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ
الفضل لندن
مدیر: ابو سعید
Online Edition

منگل یکم نومبر 2022ء | 5/ربیع الثانی 1444 ہجری قمری | یکم نبوت 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 237

ارشادِ باری تعالیٰ

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَ لٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ﴿۴۱﴾

(الاحزاب: 41)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

پاکستان میں سیاستدان بھی اور علماء بھی وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی بہانے سے احمدیوں کے خلاف اپنا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ ان کے خیال میں قوم کو اپنے پیچھے چلانے اور اپنا ہم نوا بنانے کا اور شہرت حاصل کرنے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے اور سب سے بڑا ہتھیار جو مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے استعمال ہوسکتا ہے وہ ختم نبوت کا ہتھیار ہے۔ .... غیر حکومتی ارکان اسمبلی بھی اور حکومتی ارکان اسمبلی بھی بڑھ بڑھ کر احمدیوں کے خلاف بولتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں ایک آئینی ترمیم کے الفاظ میں ردّ و بدل جو سیاسی پارٹی یا حکومتی پارٹی اپنے مفادات کے لئے کر رہی تھی اس کے سلسلہ میں یہی کچھ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ پاکستان میں پچھلے دنوں میں بڑا شور مچا رہا اور میڈیا کے ذریعہ سے یہ سب کچھ دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہم نے کسی غیر ملکی طاقت سے نہ ہی کبھی یہ کہا ہے کہ ہمیں پاکستانی اسمبلی کے آئین میں ترمیم کروا کر قانون اور آئین کی نظر میں مسلمان بنوایا جائے۔ نہ ہی ہم نے کسی پاکستانی حکومت سے کبھی اس چیز کی بھیک مانگی ہے۔ نہ ہی ہمیں کسی اسمبلی یا حکومت سے مسلمان کہلانے کے لئے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے، کسی سند کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کہا ہے۔ ہم کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پڑھنے والے ہیں۔ ہم تمام ارکان اسلام اور ارکان ایمان پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف صاف اور واضح لکھا ہے۔ متعدد جگہ اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے مَیں اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ وہ نہ احمدی ہے، نہ مسلمان ہے۔ پس ہمارے خلاف یہ شورش پیدا کی جاتی ہے اور ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں اور نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ نہایت گھٹیا اور گھناؤنا الزام ہے جو ہم پر لگایا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ اکتوبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو! (منظوم)
- جامع المناهج والاساليب
- قرآنی انبیاء
- اپنے جائزے لیں

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

فَإِنِّیۡۤ اٰخِرُ الۡاَنۡبِیَآءِ وَإِنَّ مَسۡجِدِیۡۤ اٰخِرُ الۡمَسَاجِدِ

میں نبیوں میں سے سب سے آخری ہوں اور میری مسجد تمام مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب فَضۡلِ الصَّلَاۃِ بِمَسۡجِدَیۡ مَکَّۃَ وَالۡمَدِیۡنَۃَ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

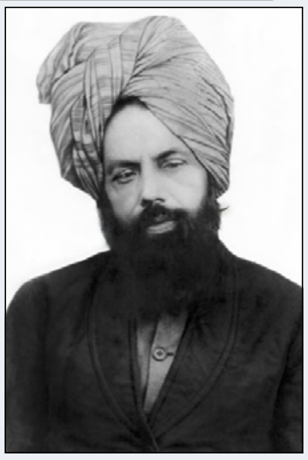

خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 341-342 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحیٰی اور ذکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖۤ اَجۡمَعِیۡنَ وَاٰخِرُ دَعۡوَانَاۤ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔‘‘

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

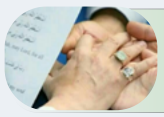

دربارِ خلافت

ایک کمزوری دوسری کمزوری کی جاگ لگاتی ہے اور آخر کار سب کچھ برباد ہو جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اگر حقیقت کی آنکھ سے ہم دیکھیں تو ہمیں یہی جواب نظر آتا ہے کہ بسا اوقات معاشرے کی رَو سے متاثر ہوتے ہوئے ہم ان باتوں یا ان میں سے اکثر باتوں کا خیال نہیں رکھتے اور معاشرے کی غلطیاں بار بار ہمارے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں اور ہم اکثر اوقات بے بس ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے 99.99 فیصد یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عقیدے کے لحاظ سے پختہ ہیں اور کوئی ہمیں ہمارے عقیدے سے متزلزل نہیں کرسکتا، ہٹا نہیں سکتا۔ لیکن ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ عملی کمزوریاں جب معاشرے کے زور آور حملوں کے بہاؤ میں آتی ہیں تو اعتقاد کی جڑوں کو بھی ہلانا شروع کر دیتی ہیں۔ شیطان آہستہ آہستہ حملے کرتا ہے۔ نظامِ جماعت سے دُوری پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے اور پھر ایک قدم آگے بڑھتا ہے تو خلافت سے بھی دُوری پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایک کمزوری دوسری کمزوری کی جاگ لگاتی ہے اور آخر کار سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ احمدیت کی خوبصورتی تو نظامِ جماعت اور نظامِ خلافت کی لڑی میں پرویا جانا ہے اور یہی ہماری اعتقادی طاقت بھی ہے اور عملی طاقت بھی ہے۔ اس لئے ہمیشہ خلفائے وقت کی طرف سے کمزوریوں کی نشاندہی کر کے جماعت کو توجہ دلائی جاتی رہتی ہے تا کہ اس سے پہلے کہ کوئی احمدی اتنا دور نکل جائے کہ واپسی کا راستہ ملنا مشکل ہو، استغفار کرتے ہوئے اپنی عملی کمزوریوں پر نظر رکھے اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرے جو اللہ تعالیٰ نے اُس پر کیا ہے۔

مشرقِ بعید کے میرے حالیہ دورے کے دوران مجھے انڈونیشیا کے کچھ غیر از جماعت سکالرز اور علماء سے بھی ملنے کا موقع ملا۔ سنگاپور میں جو reception ہوئی تھی اُس میں آئے ہوئے تھے اور جیسا کہ میں اپنے دورے کے حالات میں بیان کر چکا ہوں کہ اکثر نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہمارے علماء کو جماعت احمدیہ کے امام کی باتیں سننی چاہئیں۔ تو بہر حال اُن کے ایک سوال کے جواب میں مَیں نے اُنہیں یہی کہا تھا کہ آج رُوئے زمین پر جماعت احمدیہ ایک واحد جماعت ہے جو ملکی یا علاقائی نہیں بلکہ تمام دنیا میں ایک جماعت کے نام سے جانی جاتی ہے۔ جس کی ایک اکائی ہے، جس میں ایک نظام چلتا ہے اور ایک امام سے منسلک ہے اور دنیا کی ہر قوم اور ہر نسل کا فرد اس میں شامل ہے۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اور پیشگوئی کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ مسلم اُمہ میں ایک جماعت ہو گی۔ آپ نے فرمایا تھا ایک جماعت ہو گی جو صحیح رستے پر ہو گی۔ (سنن الترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فی افتراق ھذہ الامۃ حدیث نمبر 2641) اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کی صداقت کی دلیل ہے۔ جو عقل مند اور سعید فطرت مخالفین بھی ہیں اس بات کو سن کر خاموش ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ لیکن اس دلیل کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی عملی حالتوں کی طرف ہر وقت نظر رکھنی ہو گی کیونکہ اس زمانے میں شیطان پہلے سے زیادہ منہ زور ہوا ہوا ہے۔

آجکل جو عملی خطرہ ہے وہ معاشرے کی برائیوں کی بے لگامی اور پھیلاؤ ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ آزادیٔ اظہار اور تقریر کے نام پر بعض برائیوں کو قانونی تحفظ دیا جاتا ہے۔ اس زمانے سے پہلے برائیاں محدود تھیں۔ یعنی محلے کی برائی محلے میں یا شہر کی برائی شہر میں یا ملک کی برائی ملک میں ہی تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ قریبی ہمسائے اُس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ لیکن آج سفروں کی سہولتیں، ٹی وی، انٹرنیٹ اور متفرق میڈیا نے ہر فردی اور مقامی برائی کو بین الاقوامی برائی بنا دیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ ہزاروں میلوں کے فاصلے پر رابطے کر کے بے حیائیاں اور برائیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کو ورغلا کر اُن کی عملی حالتوں کی کمزوری تو ایک طرف رہی، دین سے بھی دور ہٹا دیا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 6/ دسمبر 2013ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 11 صفحہ 673-675)

میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو!

(کلام حضرت مصلح موعودؓ)

میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو!
ہر اک منہ سے یہی آواز آتی ہے مبارک ہو

دعا کرتا ہوں میں بھی ہاتھ اُٹھا کر حق تعالیٰ سے
کہ اپنی خاص رحمت سے وہ اس شادی میں برکت دے

خدایا! اس بَنی پر اور بَنے پر فضل کر اپنا
اور انکے دل میں پیدا کردے جوش دیں کی خدمت کا

کلامِ پاک کی الفت کا ان کے دل میں گھر کردے
نبیؐ سے ہو محبت اور تعشّق ان کو ہو تجھ سے

ہر اک دشمن کے شر سے تُو بچانا اے خدا! ان کو
ہمیشہ کے لئے رحمت کا تیری ان پہ سایہ ہو

ہمیشہ کیلئے ان پر ہوں یا رب! برکتیں تیری
دعا کرتا ہوں یہ تجھ سے خدایا! سن دعا میری

انہیں صبح و مساء، دیں اور دنیا میں ترقی دے
نہ انکو کوئی چھوٹا سا بھی آزار اور دکھ پہنچے

عطا کر انکو اپنے فضل سے صحت بھی اے مولیٰ!
ہمیشہ ان پہ برسا اَبر اپنے فضل و رحمت کا

میں اگلے شعر پر کرتا ہوں ختم اس نظم کو یارو
اب اِنکے واسطے تم بھی خدا سے کچھ دعا مانگو

بہت بھایا ہے اے محمود یہ مصرعہ مرے دل کو
مبارک ہو یہ شادی خانہ آبادی مبارک ہو

(کلام محمود صفحہ 3)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناھج والاسالیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط 8

تفسیر کبیر میں اجتماعی منہج کی چند مثالیں

’’زکوٰۃ کی ضرورت اور اس کی اہمیت درحقیقت غربت کے سوال سے پیدا ہوتی ہے اور غربت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی بھی بنی نوع انسان سے جدا نہیں ہوئی۔ عام طور پر لوگ خیال کر لیتے ہیں کہ جب دنیا کی آبادی بڑھ جاتی ہے تو ایک حصہ غریب ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ آبادی کی کمی کی صورت میں بھی ہمیں غربت ویسی ہی نظر آتی ہے جیسے اس کی کثرت کی صورت میں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے زمانہ میں باوجود اس کے کہ اس وقت صرف چند ہی افراد تھے قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بھی بعض پر غربت کا زمانہ آیا تھا کیونکہ فرماتا ہے کہ اگر تو اس جنت میں رہے گا تو تو پیاسا نہیں رہے گا۔ تیرے ساتھی بھوکے نہیں رہیں گے اور تیرے ساتھی ننگے نہیں رہیں گے۔ اس وسیع دنیا میں جہاں ہر دولت اور ہر خزانہ خالی پڑا تھا اور کسی کا کوئی مالک نہیں تھا کسی مخصوص قانون میں رہ کر روزی ملنے کا سوال ہی کہاں پیدا ہو سکتا تھا۔ ساری دنیا کا سونا ان کے قبضہ میں تھا۔ ساری دنیا کی چاندی ان کے قبضہ میں تھی۔ ساری دنیا کا پیتل ان کے قبضہ میں تھا۔ ساری دنیا کا لوہا ان کے قبضہ میں تھا۔ ساری دنیا کے پھل، پھول اور اعلیٰ درجہ کی زمینیں ان کے قبضہ میں تھیں۔ پھر یہ سوال کیونکر پیدا ہوا کہ اگر تو ایک خاص قانون کے ماتحت رہے گا تو بھوک اور ننگ سے بچ جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوجود ساری دولتوں کے پھر بھی اس بات کا امکان تھا کہ بعض لوگ بھوکے رہیں۔ بعض پیاسے رہیں اور بعض ننگے رہیں اور یہ صحیح بات ہے۔ درحقیقت دنیا میں دولت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بالقوۃ اور ایک بالفعل۔ پھر بالفعل بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بالفل دولت ایسی ہوتی ہے جو سکہ کی صورت میں ہو یا ان چیزوں کی صورت میں جن سے دوسری اشیاء خریدی جا سکتی ہیں اور ایک بالفعل دولت اجناس کی صورت میں ہوتی ہے جن کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر اجناس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بغیر کسی اور تیاری کے انسان کے استعمال میں آجاتی ہیں اور ایک وہ جن کی تیاری کے لئے کوشش اور سعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں تک بالقوۃ دولت یعنی وجود دولت کا سوال ہے انگریزوں نے اس کا نام ویلتھ رکھا ہے اور اس سے مراد کسی ملک کے وہ سامان دولت ہوتے ہیں جو اس میں قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی ملک میں سونے کی کانیں ہیں یا چاندی کی کانیں ہیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے پاس ویلتھ ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ اس کے پاس روپیہ ہے۔ اگر وہ چاندی اس تک نہیں پہنچ سکی یا لوگوں کے پاس زرخیز زمینوں میں گندم اور روئی بونے کے سامان نہیں تو پھر بھی وہ لوگ بھوکے اور پیاسے اور ننگے رہیں گے۔ پس ایک دولت تو اس قسم کی ہوتی ہے جو بالقوۃ ہوتی ہے۔ اگر اس ملک کے لوگوں میں صنعت و حرفت نہیں یا انہیں زمینداری کا علم نہیں تو باوجود اس کے کہ وہ کانوں پر بیٹھے ہوں گے اور کروڑوں کروڑ روپیہ کا سونا ان میں موجود ہو گا۔ وہ زرخیز زمینوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ایسی زمینوں پر کہ اگر اس میں ایک دانہ بھی ڈال دیا جائے تو سینکڑوں دانے پیدا ہوں۔ لیکن پھر بھی وہ فاقے مر رہے ہوں گے۔ گویا ان کے پاس دولت تو ہو گی لیکن ساکن دولت ہو گی۔ لیکن اگر دنیا میں کوئی ایسا نظام قائم ہو جاتا ہے جو لوگوں کو مختلف قسم کے فنون سکھاتا ہے خواہ الہام کے ذریعہ سے یا القائے الٰہی کے ذریعہ سے اور وہ کہتا ہے کہ آؤ ہم تمہیں زمینداری کا طریق بتاتے ہیں کپڑا بننے کے طریق سکھاتے ہیں یا اسی قسم کے اور فنون سکھاتے ہیں جن سے تم اپنی تمدنی حالت کو سدھار سکو تو یقیناً اس کے ذریعہ لوگوں کی بھوک اور ان کی پیاس دور ہو جائے گی۔ جیسے اسلام کی روایتوں میں خواہ وہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں یہ آتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے لوگوں کو زراعت سکھائی اور حضرت شیثؑ نے ان کو کپڑا بننا سکھایا۔ اب چاہے انہیں آدمؑ نے سکھایا ہو یا شیثؑ نے یا کسی اور نے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں اس قسم کے امور میں الہام الٰہی مدد کرتا تھا۔ جیسے قرآن کریم میں صاف طور پر یہ ذکر آتا ہے کہ زبان ابتداء میں الہاماً سکھائی گئی تھی۔ چنانچہ فرماتا ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا اس سے قیاس کر کے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح ابتدائی زمانہ میں الہام کے ذریعہ زبان سکھایا جانا ضروری تھا۔ اسی طرح الہام کے ذریعہ انہیں فنون سکھائے جانے بھی ضروری تھے۔ ورنہ اس کے بغیر انسان مدتوں تک تکلیف اٹھاتا چلا جاتا۔ پس اگر کوئی نبی آجائے اور وہ یہ کہے کہ تم زمین میں ہل چلاؤ اور کھیتی باڑی کرو۔ اسی طرح وہ مختلف قسم کے درخت اور باغات لگانے کی تعلیم دے تو یقیناً اس کے نتیجہ میں اس کے ماننے والوں کو روٹی ملنے لگ جائے گی اور وہ لوگ جو نبی کے تابع نہیں ہوں گے اگر وہ زبان سیکھنے سے انکار کر دیں گے تو گونگے رہیں گے اور اگر کھیتی باڑی نہیں کریں گے یا کپڑا بننا نہیں سیکھیں گے یا کنوئیں نہیں کھودیں گے تو بھوکے اور پیاسے اور ننگے رہیں گے۔ یہ فنون ابتدائی دور میں خواہ کیسی ہی ابتدائی شکل میں ہوں۔ خواہ کھال سے وہ اپنا ننگ ڈھانکتے ہوں یا پھلوں پر ان کا گزارہ ہوتا ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو لوگ اس نظام کے ماتحت آجائیں گے وہ بھوک اور پیاس اور ننگ سے بچ جائیں گے۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی ایک طبقہ ایسا رہ جاتا ہے جو غریب ہو۔ کیونکہ حوادث آتے ہیں اور انسان کو بے دست و پا بنا دیتے ہیں۔ فرض کرو۔ دنیا کے پردہ پر ایک ہی انسان ہے کشمیر بھی اس کے قبضہ میں ہے۔ ہزارہ بھی اس کے قبضہ میں ہے۔ کابل کی وادیاں بھی اس کے قبضہ میں ہیں اور اس طرح دنیا کے سارے انگور، ساری ناشپاتیاں، سارے سیب اور سارے آم اس کے قبضہ میں ہیں۔ لیکن اس کے ہاتھ بھی کٹے ہوئے ہیں اور پیر بھی کٹے ہوئے ہیں تو وہ اس ساری دولت سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اور پھر بھی بھوکا اور پیاسا رہے گا۔ پس ابتدائی زمانہ میں باوجودکہ دولت موجود تھی دنیا اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھی کیونکہ اسے فنون نہیں آتے تھے۔ جب آدمؑ کے ذریعہ دنیا نے فنون سیکھے اور ان کی بھوک اور پیاس اور لباس کی دقّت دور ہوئی تو پھر بھی ایک طبقہ ایسا رہ گیا جو ان چیزوں سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جیسے لولے، لنگڑے اور اپاہج وغیرہ۔ اب چاہے ساری دنیا میں صرف پندرہ آدمی ہوں اور دو لولے ہوں پھر بھی دو لولے اپنی بھوک اور پیاس کیسے دور کر سکتے ہیں جب تک ان پندرہ میں کوئی نظام موجود نہ ہو اور وہ ان لولوں لنگڑوں کی بھوک اور پیاس دور کرنے کا ذمہ وار نہ ہو۔ آدمؑ کی نبوت کی بنیاد اصل میں ان ابتدائی تعلیموں پر ہی تھی جن سے انسان انسان بنا۔ آپ نے بنی نوع انسان کو زبان سکھائی۔ مختلف قسم کے فنون کی تعلیم دی۔ تمدن کے اصول بتائے۔ انہیں بتایا کہ آپس میں مل کر رہنا چاہیئے اور اگر کوئی غریب یا لولا لنگڑا ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ جب اس قسم کی سوسائٹی قائم ہو جائے گی تو ہم کہہ سکیں گے کہ یہ سوسائٹی نہ بھوکی رہے گی نہ ننگی اور نہ پیاسی۔ اگر کوئی لولا لنگڑا ہو گا تو دوسرے لوگ اس کی مدد کریں گے اور اگر لوگ بھوکے ہوں گے تو وہ زراعت اور باغبانی اور کان کنی کے ذریعہ اپنی اس تکلیف کو دور کر سکیں گے اور اس طرح دنیا کو روپیہ بھی مل جائے گا اور ان کی تکالیف بھی دور ہو جائیں گی۔ پس غربت کا مسئلہ اس زمانہ کی پیداوار نہیں بلکہ جب سے انسان اس دنیا میں پیدا ہوا ہے اس وقت سے یہ سوال زیر بحث چلا آیا ہے۔ جب ساری دنیا کے مالک صرف دو چار گھرانے تھے تب بھی غربت موجود تھی اور تب بھی ایک قانون کی ضرورت تھی اسی لئے حضرت آدمؑ کے ذریعہ بنی نوع انسان کو یہ پیغام دیا گیا کہ اگر تم ان قواعد کی پابندی کرو گے تو بھوکے اور پیاسے نہیں رہو گے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ آدمؑ کے زمانہ میں بھی جب صرف چند آدمی تھے ممکن تھا کہ لوگ بھوکے رہیں۔ ممکن تھا کہ وہ پیاسے رہیں اور ممکن تھا کہ وہ ننگے پھریں۔ پھر لوگ بڑھنے شروع ہوئے۔ پندرہ سے بیس اور بیس سے سو سو سے ہزار۔ ہزار سے دس ہزار اور دس ہزار سے لاکھ تک تعداد جا پہنچی اور بڑھتے بڑھتے اب تو دو اڑھائی ارب تک آبادی پہنچ چکی ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے پندرہ آدمیوں کی صورت میں بھی دنیا بھوکی اور ننگی رہ سکتی تھی۔ سو آدمیوں کی صورت میں بھی دنیا بھوکی اور ننگی رہ سکتی تھی۔ ہزار اور لاکھ آدمیوں کی صورت میں بھی دنیا بھوکی اور ننگی رہ سکتی تھی۔ بھوک اور ننگ کی بنیاد ویلتھ پر نہیں ہوتی یہ ایک غلط خیال ہے جو لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے کہ غربت آبادی کی کثرت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ غربت اور امارت کا دار و مدار اس امر پر ہے کہ قانون قدرت نے زمین میں جو خزانے مخفی رکھے ہیں انسان ان کو کس حد تک استعمال کرتا ہے اور کس حد تک ان کے استعمال کرنے کی عقل اور سمجھ رکھتا ہے۔ مثلاً اگر سونا ہو اور غلہ نہ ہو تو محض سونے سے لوگوں کی بھوک دور نہیں ہو سکے گی یا اگر غلہ بھی آجائے مگر روٹی پکانی نہیں آتی تو پھر بھی انسان بھوکا رہے گا۔ ایسی صورت میں ضروری ہو گا کہ کچھ مددگار ہوں کچھ لوگ کمانے والے ہوں اور کچھ لوگ پکانے والے ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ غرض کئی قدم ہوتے ہیں جب تک وہ سارے کے سارے مہیا نہ ہوں انسان بھوک اور ننگ سے بچ نہیں سکتا۔ یہ دور ابتدائے عالم سے چلتا آیا ہے۔ ایک زمانہ ایسا تھا جب بنی نوع انسان کے پاس ذرائع آمد زیادہ ہوتے تھے اور کم حصہ مجبوریوں میں مبتلا ہوتا تھا۔ مثلاً اگر ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے لوگوں کو دیکھا جائے یا ان لوگوں کی تعداد معلوم کی جائے جو بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے کسی کام کے قابل نہیں رہتے وہ کتنے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک دو فیصدی سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ لیکن کام نہ ملنے کی وجہ سے ہزار میں سے نو سو بھی بیکار ہو سکتے ہیں۔ جب کسی ملک کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن

ذرائع آمد ترقی نہیں کرتے تو دس میں سے بعض دفعہ نو بیکار پھرتے ہیں۔ مگر اس لئے نہیں کہ وہ معذور ہوتے ہیں بلکہ اس لئے کہ انہیں کام نہیں ملتا۔ پس جب دنیا کی آبادی بڑھ گئی۔ تو یہ سوال نہ رہا کہ زمین میں سے دولت کس طرح نکالی جائے بلکہ اس سوال کی صورت بالکل بدل گئی کیونکہ بعض لوگ ایسے تھے کہ باوجود اپنا سارا زور صرف کرنے کے کام سے محروم رہتے تھے۔ ایسی حالت میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ نئے کام نکالے جائیں۔ غرض یہ دور اسی طرح چلتے چلے آئے ہیں اور دنیا نے فقرو فاقہ کی تکالیف دور کرنے کے لئے مختلف قسم کی تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ کبھی ایسا دور آیا کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ رہنے کے قابل ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے۔ جیسے ہندوستان میں شودروں کی کثرت تھی مگر برہمنوں اور کھشتریوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں کہ دنیا میں زندہ رہیں۔ یہ اگر مرتے ہیں تو بیشک مریں۔ چنانچہ انہوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور شودروں کا کوئی حق متمدن زندگی میں تسلیم نہ کیا گیا۔ پھر بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس مصیبت کا علاج صدقہ وخیرات ہے۔ جن کے پاس زیادہ مال ہو انہیں چاہئے کہ وہ غرباء کی مدد کر دیا کریں۔

غرض مختلف تدابیر اپنے اپنے رنگ میں اختیار کی گئیں۔ مگر کوئی بھی تدبیر ایسی کامل نہیں تھی جس سے اس مصیبت کو کلیۃً دور کیا جاسکتا۔ اسلام ہی تھا جس نے اس سوال کا صحیح معنوں میں حل کیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ اس قسم کا صدقہ کوئی چیز نہیں ایک معین اور منظم صورت میں غرباء کی بہبودی کا انتظام ہونا چاہئے چنانچہ اس کے لئے اس نے زکوٰۃ اور عشر کا طریق جاری کیا۔ جس میں امراء سے باقاعدہ ایک نظام کے ماتحت روپیہ لیا جاتا اور غرباء کی ضروریات پر صرف کیا جاتا۔ پھر اس نے خبر گیری کے طریق بھی معین کر دیئے۔ یوں تو پہلے بھی حکومتیں ٹیکس لیا کرتی تھیں مگر ان کا خرچ معین نہیں تھا۔

اسلام نے اول آمد پر ایک مقرر حصہ ادا کرنا واجب کر دیا اور اس امر کا فیصلہ کیا کہ امراء سے بہرحال اتنا روپیہ لے لیا جائے۔ دوسری طرف اس نے خرچ بھی معیّن کر دیا اور اس طرح غرباء کے گزارہ کی صورت پیدا کر دی۔ آمد اور خرچ سے تعلق رکھنے والے یہ دو نقطے ایسے ہیں جو اسلام سے پہلے اور کسی قوم میں نہیں پائے جاتے تھے زکوۃ یہودیوں میں بھی ہے مگر ناقص صورت میں۔ (دیکھو خروج باب 23 آیت 10-11)

لیکن اسلام نے اس قانون کو مدون کر کے ایک ایسا عظیم الشان نظام قائم فرمایا جو ہمارے لئے ہر تاریکی کی گھڑی میں شمع ہدایت کا کام دیتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اس نظام کی پوری اہمیت نہ سمجھی اور لدھیانے کے بڈھے دریا کی طرح یہ نظام بھی ریت میں غائب ہوگیا اور مسلمان اس سے کلیۃً غافل ہوگئے۔ حالانکہ رسول کریمؐ نے مدینہ میں آ کر پہلا کام ہی یہ کیا تھا کہ جائیدادوالوں کو بے جائیداد والوں کا بھائی بنادیا۔ انصارؓ جائیدادوں کے مالک تھے اور مہاجرؓ بے جائیداد تھے۔ رسول کریمؐ نے انصارؓ اور مہاجرینؓ دونوں میں مواخات قائم فرمادی اور ایک ایک جائیداد والے کو ایک ایک بے جائیداد والے سے ملادیا اور اس میں بعض لوگوں نے اتنا غلّو کیا کہ دولت تو الگ رہی بعض کی اگر دو بیویاں تھیں تو انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں یہ پیشکش کی کہ وہ ان کی خاطر اپنی ایک بیوی کو طلاق دینے کے لئے تیار ہیں۔ وہ ان سے بے شک شادی کر لیں۔ یہ مساوات کی پہلی مثال تھی جو رسول کریمؐ نے مدینہ میں جاتے ہی قائم فرمائی۔ کیونکہ حکومت کی بنیاد دراصل مدینہ میں ہی پڑی تھی۔ اس زمانہ میں زیادہ دولتیں نہ تھیں یہی صورت تھی کہ امیر اور غریب کو اس طرح ملا دیا جائے کہ ہر شخص کو کھانے کے لئے کوئی چیز مل سکے۔ پھر ایک جنگ کے موقعہ پر بھی رسول کریمؐ نے اس طریق کو استعمال فرمایا۔ گو اس کی شکل بدل دی۔ ایک جنگ کے موقعہ پر آپ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں رہی یا اگر ہے تو بہت ہی کم اور بعض کے پاس کافی چیزیں ہیں۔ تو یہ صورت حالات دیکھ کر رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جس جس کے پاس جو کوئی چیز ہے وہ لے آئے اور ایک جگہ جمع کر دی جائے۔ چنانچہ سب چیزیں لائی گئیں اور آپ نے راشن مقرر کر دیا۔ گویا یہاں بھی وہی طریق آ گیا کہ سب کو کھانا ملنا چاہئے۔ جب تک ممکن تھا سب لوگ الگ الگ کھاتے رہے مگر جب یہ امر ناممکن ہوگیا اور خطرہ پیدا ہوگیا کہ بعض لوگ بھوکے رہنے لگ جائیں گے تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ اب تمہیں علیحدہ کھانے کی اجازت نہیں اب سب کو ایک جگہ سے برابر کھانا ملے گا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ کے اس حکم پر ہم نے اس سختی سے عمل کیا کہ اگر ہمارے پاس ایک کھجور بھی ہوتی تو ہم اس کا کھانا سخت بد دیانتی سمجھتے تھے اور اس وقت تک چین نہیں لیتے تھے جب تک کہ اس کو سٹور میں داخل نہیں کر دیتے تھے۔ یہ دوسرا نمونہ تھا جو رسول کریمؐ نے دکھایا۔ پھر رسول کریمؐ کے زمانہ میں دولت بھی آئی اور خزانوں کے منہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیئے۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس بارہ میں تفصیلی نظام رسول کریمؐ کے بعد جاری ہو تا لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ یہ صرف رسول کریمؐ کی خصوصیت تھی۔ کوئی اور شخص اسے جاری نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے ایک نمونہ قائم کر دیا اور ادھر مدینہ پہنچتے ہی انصارؓ نے اپنی دولتیں مہاجرین کے سامنے پیش کر دیں۔ مہاجرین نے کہا ہم یہ زمینیں مفت میں لینے کے لئے تیار نہیں ہم ان زمینوں پر بطور مزارع کام کریں گے اور تمہارا حصہ تمہیں دیں گے۔ لیکن یہ مہاجرین کی طرف سے اپنی ایک خواہش کا اظہار تھا۔ انصارؓ نے اپنی جائیدادوں کے دینے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے گورنمنٹ راشن دے تو کوئی شخص نہ لے۔ اس سے گورنمنٹ زیر الزام نہیں آئے گی۔ یہی کہا جائے گا کہ گورنمنٹ نے تو راشن مقرر کر دیا تھا۔ اب دوسرے شخص کی مرضی تھی کہ وہ چاہے لیتا یا نہ لیتا۔ اسی طرح انصارؓ نے سب کچھ دے دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ مہاجرینؓ نے نہ لیا۔ غرض عملی طور پر رسول کریمؐ نے یہ کام اپنی زندگی میں ہی شروع فرمادیا تھا۔ یہاں تک کہ جب بحرین کا بادشاہ مسلمان ہوا تو آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ تمہارے ملک میں جن لوگوں کے پاس گزارہ کے لئے کوئی زمین نہیں ہے تم ان میں سے ہر شخص کو چار درہم اور لباس گزارہ کے لئے دو تاکہ وہ بھوکے اور ننگے نہ رہیں۔ (سیرۃ النبویہ برحاشیہ السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 69)
اس کے بعد مسلمانوں کے پاس دولتیں آنی شروع ہوگئیں۔ چونکہ مسلمان کم تھے اور دولت زیادہ تھی اس لئے کسی نئے قانون کے استعمال کی اس وقت ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کیونکہ جو غرض تھی وہ پوری ہو رہی تھی۔ اصول یہ ہے کہ جب خطرہ ہو تب قانون جاری کیا جائے اور جب نہ ہو اس وقت اجازت ہے کہ حکومت اس قانون کو جاری کرے یا نہ کرے۔ جب رسول کریمؐ وفات پاگئے اور مسلمان دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنے شروع ہوئے تو اس وقت غیر قومیں بھی اسلام میں شامل ہوگئیں۔ عرب لوگ تو ایک جتھہ اور ایک قوم کی شکل میں تھے اور وہ آپس میں مساوات بھی قائم رکھتے

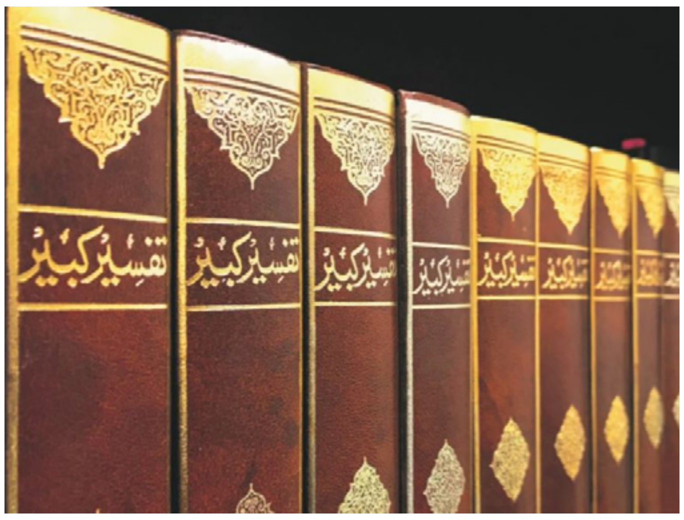

تھے جب اسلام مختلف گوشوں میں پہنچا اور مختلف قومیں اسلام میں داخل ہونی شروع ہوئیں تو ان کے لئے روٹی کا انتظام بڑا مشکل ہوگیا۔ آخر حضرت عمرؓ نے تمام لوگوں کی مردم شماری کرائی اور راشننگ سسٹم قائم کر دیا۔ جو بنو امیہ کے عہد تک جاری رہا۔ یورپین مؤرخ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے پہلی مردم شماری حضرت عمرؓ نے کرائی تھی اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب سے پہلی مردم شماری رعایا سے دولت چھیننے کے لئے نہیں بلکہ ان کی غذا کا انتظام کرنے کے لئے جاری کی تھی اور حکومتیں تو اس لئے مردم شماری کراتی ہیں کہ لوگ قربانی کے بکرے بنیں اور فوجی خدمات بجالائیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس لئے مردم شماری نہیں کرائی کہ لوگ قربانی کے بکرے بنیں بلکہ اس لئے کرائی کہ ان کے پیٹ میں روٹی ڈالی جائے۔ چنانچہ مردم شماری کے بعد تمام لوگوں کو ایک مقررہ نظام کے ماتحت غذا ملتی اور جو باقی ضروریات رہ جاتیں ان کے لئے انہیں ماہوار کچھ رقم دے دی جاتی اور اس بارہ میں اتنی احتیاط سے کام لیا جاتا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب شام فتح ہوا اور وہاں سے زیتون کا تیل آیا تو آپ نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا کہ زیتون کے استعمال سے میرا پیٹ پھول جاتا ہے۔ تم مجھے اجازت دو تو میں بیت المال سے اتنی ہی قیمت کا گھی لے لیا کروں۔ (سیرۃ ابن عمر الخطاب لابن الجوزی صفحہ 93) غرض یہ پہلا قدم تھا جو اسلام میں لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اٹھایا گیا اور ظاہر ہے کہ اگر یہ نظام قائم ہو جائے تو اس کے بعد کسی اور نظام کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ سارے ملک کی ضروریات کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔ ان کا کھانا، ان کا پینا، ان کا پہننا، ان کی تعلیم، ان کی بیماریوں کا علاج اور ان کی رہائش کے لئے مکانات کی تعمیر یہ سب کا سب اسلامی حکومت کے ذمہ ہوگا اور اگر یہ ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ تو کسی بیمہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر بدقسمتی سے بعد میں آنے والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ بادشاہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ چاہے تو کچھ دے دے اور چاہے تو نہ دے اور چونکہ اسلامی تعلیم ابھی پورے طور پر راسخ نہیں ہوئی تھی وہ لوگ پھر قیصرو کسریٰ کے طریق کی طرف مائل ہوگئے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ بڈھا دریا جو ریت میں غائب ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے پھر میرے دل میں ازسرنو جاری کیا۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے قرآن کریم کی یہ تعلیم لوگوں کے سامنے رکھی۔ مسلمان مجھ سے کثرت کے ساتھ پوچھا کرتے ہیں۔ کالجوں کے پروفیسر اور طلباء بھی یہ سوال کیا کرتے ہیں کہ اگر اسلامی تعلیم یہی تھی تو پھر یہ غائب کیوں ہوگئی؟ اور میں ہمیشہ انہیں کہا کرتا ہوں کہ اس تعلیم کا غائب ہونا ہی بتاتا ہے کہ یہ الٰہی تعلیم تھی۔ اگر یہ انسانی تعلیم ہوتی تو لوگوں کے دلوں میں ضرور قائم رہتی۔ کیونکہ انسانی تعلیم کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کے دماغ تیار ہو چکے ہوتے ہیں اور ماحول مناسب ہوتا ہے۔ پس اس کا غائب ہونا ہی بتا رہا ہے کہ یہ تعلیم خدا کی طرف

سے آئی تھی۔ وہ ایک دفعہ لہر کی صورت میں اٹھی اور پھر اس میں انحطاط واقع ہوگیا۔ اب مقدر یہ ہے کہ پھر دوبارہ اس کی لہر بلند ہو اور اس کی دوسری لہر پہلی سے زیادہ اونچی ہو۔ قانون قدرت پر غور کر کے دیکھ لو۔ اس میں یہی نظارہ نظر آئے گا۔ بچپن میں جب ابھی میں نے پہاڑ نہیں دیکھا تھا میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ پہاڑ مینار کی طرح ہوتا ہوگا اور رسہ پکڑ کر اوپر چڑھنا پڑتا ہوگا مگر جب میں پہلی دفعہ شملہ گیا تو میں نے دیکھا کہ پہلے ایک ٹیلہ آتا ہے اس کے بعد دوسرا ٹیلہ آتا ہے۔ پھر تیسرا ٹیلہ آتا ہے اور ہر ٹیلہ پہلے ٹیلے سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔ مگر ہر ٹیلے کے بعد ایک انحطاط بھی ہوتا ہے۔ جب انسان پہلے ٹیلے پر قدم رکھتا ہے تو اس کے بعد اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں اب نیچے جارہا ہوں۔ مگر درحقیقت وہ پہلی سطح سے اونچا ہورہا ہوتا ہے۔ پھر دوسرے ٹیلے کے بعد جب نیچے اترتا ہے۔ تو پھر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اب میں نچلی طرف جارہا ہوں مگر حقیقت میں اس کا قدم اونچا اٹھ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح قدم بقدم ارتقاع اور انحطاط کے دوروں میں سے گذرتے ہوئے وہ بہت بلند پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے۔ جس طرح قانون قدرت میں ہمیں یہ نظارہ نظر آتا ہے۔ اسی طرح انسانی دماغوں کا ارتقاء بھی ہے۔ جب رسول کریمؐ مبعوث ہوئے اس وقت رسول کریمؐ سے براہ راست فیوض حاصل کرنے کے نتیجہ میں یہ تعلیم لوگوں نے اپنالی۔ مگر چونکہ دماغی ارتقاء بھی لہروں کی صورت میں چلتا ہے اس لئے پہلی لہر کے بعد اس میں ایک انحطاط کی صورت واقع ہوگئی۔ اب دوسری لہر حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ بلند ہوئی ہے اور یہ لہر قانون قدرت کے مطابق پہلی لہر سے زیادہ بلند ہوگی۔ مگر بہرحال ہر لہر کے بعد ایک انحطاط بھی آتا ہے اور لوگ اصل تعلیم کو بھول جاتے ہیں۔ جب تک یہ چیز قائم ہے اس وقت تک کسی انشورنس وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ انشورنس کی غرض آخر کیا ہوتی ہے۔ یہی کہ اگر ہم مرجائیں تو ہمارے بیوی بچوں کو روٹی ملتی رہے۔ کپڑا ملتا رہے۔ سامان خورد ونوش اور مکان ملتا رہے۔ جب حکومت ان تمام چیزوں کی ذمہ وار ہوگی تو انشورنس کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ ساروں کو مکان بھی مل رہا ہوگا۔ غذا بھی مل رہی ہوگی۔ کپڑا بھی مل رہا ہوگا۔ ان کی تعلیم کا بھی انتظام ہورہا ہوگا اور ان کی بیماریوں کا علاج بھی ہورہا ہوگا۔ یہی وہ قومی اخراجات ہیں جن کی ادائیگی کے لئے اسلام نے زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کا وسیع نظام جاری فرمایا ہے اور مومنوں کی علامت ہی اس نے یہ بتائی ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس طرح مخلوق کی خدمت کرکے خالق کی محبت کو حاصل کرتے ہیں۔ دنیا میں بہترین ذریعہ کسی کی محبت حاصل کرنے کا یہی ہوتا ہے کہ اس کے کسی عزیز سے محبت کی جائے ریلوے سفر میں روزانہ یہ نظارہ نظر آتا ہے کہ پاس بیٹھے ہوئے دوست کے بچہ کو ذرا پچکار دیں یا اسے کھانے کے لئے کوئی چیز دے دیں تو تھوڑی دیر کے بعد ہی اس کا باپ اس سے محبت کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے کہ گویا وہ اس کا بہت پرانا دوست ہے۔ یہی طریق روحانی دنیا میں بھی جاری ہے۔ جب انسان بنی نوع انسان کی بھوک اور ان کے افلاس کو دور کرنے کے لئے اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ چونکہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے اس لئے اسے بھی میرے پیاروں میں داخل کرلیا جائے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے کہے گا کہ دیکھو میں بیمار تھا مگر تم لوگ میری عیادت کے لئے نہ آئے۔ میں بھوکا تھا۔ مگر تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ میں ننگا تھا۔ تم نے مجھے کپڑا نہ دیا۔ اس پر وہ بندے کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو کس طرح بیمار ہوسکتا تھا یا تو کس طرح بھوکا اور ننگا ہوسکتا تھا تو تو ان نقائص سے منزہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب میرے بندوں میں سے بعض لوگ بیمار تھے یا بعض لوگ بھوکے اور ننگے تھے اور تم نے ان کی تیمارداری نہ کی۔ نہ انہیں روٹی کھلائی اور نہ ان کا ننگ ڈھانکنے کے لئے انہیں کپڑا دیا تو تم نے انہیں ان چیزوں سے محروم نہیں کیا بلکہ مجھے محروم کیا۔ پس زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے جس کو نظر انداز کرنا انسان کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنادیتا ہے۔ کیونکہ ایسا انسان غرباء کے حقوق کو نظر انداز کرنے والا ہوتا ہے۔

پھر فرماتا ہے: مومنوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وَھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ۔ وہ آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ یعنی وہ قربانیاں کرتے اور کرتے چلے جاتے ہیں اور اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کہ ان قربانیوں کا پھل انہیں زندگی میں بھی ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ آنے والی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور یہ یقین ان کے اندر اتنی جرأت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قربانیوں کی آگ میں اپنے آپ کو بلادریغ جھونک دیتے ہیں۔

دنیا میں بھی جب ایک سپاہی لڑائی میں جاتا ہے تو آخر کون سے فائدہ کے لئے جاتا ہے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں ماراجاؤں گا اور بسا اوقات وہ مارا جاتا ہے مگر فائدہ اس کی قوم اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب ماں اپنے بچے کو اپنا خون چوسارہی ہوتی ہے تو اسے کیا فائدہ حاصل ہورہا ہوتا ہے۔ دودھ کا ایک ایک گھونٹ ماں کے خون سے بنتا ہے۔ اس لئے ایک ایک گھونٹ جو بچے کے گلے سے اترتا ہے وہ درحقیقت ماں کا خون ہوتا ہے جسے وہ چوستا ہے۔ اگر تمہاری ماں تمہارے منہ میں اپنا دودھ نہ ڈالتی۔ اگر تمہاری ماں بھی یہی کہتی کہ میں اپنا خون کیوں چوسنے دوں تو تم زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ تمہاری ماں نے تمہیں اپنا خون دیا اس لئے کہ تم زندہ رہو۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنا خون گراؤ تاکہ تمہاری اولاد اور تمہاری قوم اور تمہارا ملک زندہ رہے۔

بدر کی جنگ میں جو صحابیؓ شہید ہوئے تھے ان صحابیوںؓ نے دنیا کا کون سا سکھ دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ماں باپ کو چھوڑا اور اپنے رشتہ داروں کو چھوڑا اپنے ساتھیوں کو چھوڑا اور پھر تیرہ برس تک کفار کے سخت ترین مظالم کا نشانہ بننے کے بعد ایک دکھتے ہوئے دل کے ساتھ، ایک رستے ہوئے زخم کے ساتھ انہوں نے مکہ کو بھی چھوڑ دیا اس امید کے ساتھ کہ انہیں پھر مکہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ مگر ابھی ہجرت پر ڈیڑھ سال بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ اپنے وطن سے دور۔ پرانے وطن سے بہت دور اور نئے وطن سے بھی میلوں دور ایک تپتے ہوئے ریت کے جنگل میں کفار کی تلوار سے کٹ کٹ کر تڑپنے لگ گئے۔ ان کے سر ایک طرف تھے اور دھڑ دوسری طرف۔ اگر یہ لوگ بھی یہی کہتے کہ ہم نے قربانی کرکے کیا لینا ہے۔ پھل تو دوسروں نے کھانا ہے تو اسلام کو وہ شان و شوکت جو بعد میں اسے حاصل ہوئی کہاں حاصل ہوسکتی تھی۔

اسی طرح جنگ احد کا ایک واقعہ ہے۔ جنگ کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت ابی ابن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلّقین اور اعزّاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچادو گے اور اس کے بعد انہوں نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے بھائی مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریمؐ ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔ دیکھو ایسے وقت میں جب انسان سمجھتا ہو کہ میں مر رہا ہوں۔ کیا کیا خیالات اس کے دل میں آتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے میری بیوی کا کیا حال ہوگا۔ میرے بچوں کو کون پوچھے گا۔ مگر اس صحابیؓ نے کوئی ایسا پیغام نہ دیا۔ صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرتؐ کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستہ سے ہمارے پیچھے آجاؤ۔ ان لوگوں کے اندر یہی ایمان کی طاقت تھی جس سے انہوں نے دنیا کو تہ و بالا کر دیا اور قیصروکسریٰ کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ قیصر روم حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ کسریٰ نے اپنے سپہ سالار کو لکھا کہ اگر تم ان عربوں کو بھی شکست نہیں دے سکتے تو پھر واپس آجاؤ اور گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھو۔ یہ گوہیں کھانے والے لوگ ہیں ان کو بھی تم نہیں روک سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو آدمی معلوم ہی نہیں ہوتے۔ یہ تو کوئی بلا ہیں۔ یہ تلواروں اور نیزوں کے اوپر سے کودتے ہوئے آتے ہیں۔

یہ جرأت مردوں پر ہی موقوف نہیں۔ مجھے تو ایک ماں کی قربانی پر حیرت آتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب عراق میں قادسیہ کے مقام پر جنگ جاری تھی۔ تو کسریٰ میدان جنگ میں ہاتھی لایا۔ اونٹ ہاتھی سے ڈرتا ہے اس لئے وہ انہیں دیکھ کر بھاگتے تھے اور اس طرح مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا اور بہت سے مسلمان مارے گئے۔ آخر ایک دن مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو آج ہم میدان سے ہٹیں گے نہیں۔ جب تک دشمن کو شکست نہ دے لیں۔ ایک عورت حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان جنگ میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگیں کہ پیارے بیٹو! تمہارے باپ نے اپنی زندگی میں ساری جائیداد تباہ کر دی تھی اور مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے بھائی سے کہوں کہ وہ مجھے حصہ دے۔ چنانچہ میں اس کے پاس گئی۔ اس نے میرا بڑا اعزاز کیا۔ بڑی دعوت کی اور پھر اپنی جائیداد میں سے آدھی مجھے بانٹ دی۔ میں وہ لے کر چلی گئی۔ تو تمہارے باپ سے میں نے کہا۔ کہ اب تو آرام سے گزارہ کرو۔ مگر اس نے پھر اسے بھی برباد کر دیا اور پھر مجبور کر کے میرے بھائی کے پاس مجھے بھیجا۔ پھر میں اس کے پاس گئی۔ اس نے پھر میرا بڑا اعزاز و احترام کیا اور پھر بقیہ میں سے مجھے آدھی جائیداد بانٹ دی مگر وہ بھی تمہارے باپ نے برباد کر دی اور پھر مجھے مجبور کیا کہ اپنے بھائی سے جاکر حصہ لوں۔ چنانچہ میں پھر بھائی کے پاس گئی اور اس نے پھر بقیہ جائیداد بانٹ دی مگر وہ بھی تمہارے باپ نے برباد کر دی اور جب تمہارا باپ مرا تو اس نے کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔ میں اس وقت جوان تھی۔ تمہارے باپ کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ پھر اپنی زندگی میں اس نے میرے ساتھ کوئی حسن سلوک بھی نہ کیا تھا اور اگر عرب کے رسم و رواج کے مطابق میں بدکار ہوجاتی تو کوئی اعتراض کی بات نہ تھی۔ مگر میں نے اپنی تمام عمر نیکی سے گذاری اب کل فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ کل کفر اور اسلام میں مقابلہ ہوگا اگر تم فتح حاصل کئے بغیر واپس آئے۔ تو میں خدا تعالیٰ کے حضور کہوں گی کہ میں ان کو اپنا کوئی بھی حق نہیں بخشتی۔ اس طرح اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو جنگ میں تیار کر کے بھیج دیا اور پھر گھبرا کر خود جنگل میں چلی گئی اور وہاں تنہائی میں سجدہ میں گر کر

اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگی اور دعا یہ کی کہ اے میرے خدا میں نے اپنے چاروں بیٹوں کو دین کی خاطر مرنے کے لئے بھیج دیا ہے لیکن تجھ میں یہ طاقت ہے کہ ان کو زندہ واپس لے آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ مسلمانوں کو فتح بھی ہوگئی اور اس کے چاروں بیٹے بھی زندہ واپس آ گئے۔ یہ جرأت اور بہادری ایمان بالآخرۃ ہی کا نتیجہ تھی۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ دنیا کی نجات اسلام سے وابستہ ہے اور ہم خواہ مارے بھی جائیں تب بھی پرواہ نہیں کیونکہ دنیا بچ جائے گی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا بیشک ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ آج تو اسلام کو کہیں غلبہ حاصل نہیں۔ مگر اس تنزل کے زمانہ میں بھی ان لوگوں کی قربانیوں نے ہی مسلمانوں کو یہ عظمت دی ہوئی ہے کہ اسلام کا نام بوجہ اس کثرت کے جو مسلمانوں کو حاصل ہے دنیا کے تمام لوگ ادب کے ساتھ لینے پر مجبور ہیں۔ یہ رعب مسلمانوں کو کہاں سے حاصل ہوا؟ انہی لوگوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں حاصل ہوا ہے جو بسا اوقات فاقہ سے رات کو سوئے اور بسا اوقات فاقہ سے ہی صبح کو اٹھے بسا اوقات اگر ان کی پگڑی پھٹی ہوئی ہوتی تھی تو انہیں پہننے کے لئے دوسری پگڑی نہیں ملتی تھی۔ جوتی پھٹی ہوئی ہوتی تھی تو انہیں پہننے کے لئے دوسری جوتی نہیں ملتی تھی۔ یہ وہی رعب ہے جو تمہارے باپ دادا کی قربانی کے نتیجہ میں تمہیں حاصل ہوا۔ کہتے ہیں نام بڑا ہوتا ہے کام بڑا نہیں ہوتا۔ اب کام عام طور پر مسلمانوں کے چھوٹے ہیں۔ لیکن انہیں نام ایسا حاصل ہو گیا ہے کہ سب لوگ ان سے ڈرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ رستم کے گھر میں ایک دفعہ چور آ گیا۔ رستم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلا اور دونوں میں کشتی شروع ہو گئی چور کو یہ پتہ نہیں تھا کہ جس شخص کا وہ مقابلہ کر رہا ہے وہی رستم ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ کوئی رستم کا نوکر ہے۔ آخر مقابلہ کرتے کرتے چور غالب آ گیا اور وہ سینہ پر چڑھ کر رستم کی گردن کاٹنے لگا۔ اتنے میں رستم نے یکدم شور مچا دیا کہ ’’آ گیا رستم۔ آ گیا رستم‘‘ اور چور یہ سنتے ہی اس کے سینہ پر سے اتر کر بھاگ گیا۔ حالانکہ اس نے رستم کو گرایا ہوا تھا۔ مگر چونکہ رستم کے نام کو ایک خاص رعب حاصل ہو چکا تھا اس لئے اس نے رستم کو تو گرا لیا۔ مگر رستم کے نام کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔ تو جو لوگ قربانیاں کرنے والے ہوتے ہیں وہ دنیا میں اپنا نام چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ مر جاتے ہیں مگر ان کا نام ان کی اولادوں کی حفاظت کرتا چلا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگلے جہان میں جو انہیں لازوال بدلہ ملے گا اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پس بِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مومنوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ قربانیوں کے میدان میں بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ قربانیاں ہماری قوم کو بھی عزت دیں گی اور خود ہمارے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہوں گی۔ گویا وہ وسیع نتائج جو آئندہ نکلنے والے ہوتے ہیں ان پر انہیں پورا یقین ہوتا ہے اور وہ اس مقصد کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 330-347)

رپورٹ: طارق احمد رشید۔ فجی

جلسہ سیرۃ النبیؐ تاوئیونی جماعت جزائر فجی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تاوئیونی جماعت کو اپنی روایات قائم رکھتے ہوئے امسال بھی مؤرخہ 7؍اکتوبر 2022ء بروز جمعۃ المبارک اپنا جلسہ سیرۃ النبیؐ تاوئیونی جزیرے کے سینٹرل پرائمری اسکول میں منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

تیاری جلسہ

فجی حکومت کی طرف سے ہر سال اس بابرکت تقریب کے لئے تعطیل عام ہوتی ہے۔ امسال چونکہ 2 روز بعد 10؍اکتوبر کو فجی کا یوم آزادی بھی ساتھ آ رہا تھا جس کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے اس کے مطابق 2 ہفتہ قبل جماعت میں جلسہ کے انعقاد کے لئے میٹنگ کر کے پروگرام بنایا اور اس کی تیاری کے ساتھ جزیرہ تاوئیونی کے پولیس انسپکٹر مکرم گیان سنگھ صاحب کو بطور مہمان خصوصی دعوت دی۔ جس کو انہوں نے بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے قبول کیا کہ یہ میرے لئے بہت عزت کی بات ہو گی کہ میں ایسی عظیم ہستی کے بارے میں کچھ سننے اور بولنے کا موقع پا رہا ہوں اور یہ میری زندگی کا پہلا موقع ہو گا۔ چنانچہ ان کے ساتھ علاقے کے ڈویزنل آفیسر اور دیگر حکومتی اداروں اور مختلف مذاہب کے لیڈروں اور علاقے کے لوگوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ عمومی طور پر مسجد میں پروگرام رکھنے پر دوسرے لوگوں کو آنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے جس کے پیش نظر قریب ہی ایک سکول میں اس کی اجازت لے کر انتظامات کئے گئے اور ایک رات قبل جا کر احباب نے اس کی سجاوٹ کو بینرز کے ساتھ کر کے مکمل کیا اور حضور پُرنور کی خدمت اقدس میں جلسہ کی کامیابی کے لئے دعائیہ خط بھی لکھا گیا۔

پروگرام جلسہ سیرۃ النبیؐ

مؤرخہ 7؍اکتوبر کی صبح نماز تہجد اور فجر سے جلسہ کی تیاری کے لئے احباب جماعت نے لنگر پکانا شروع کیا۔ تمام انتظامات کو مکمل کرنے کے بعد وقت مقررہ پر مہمانوں کی آمد کے ساتھ ہی نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں خاکسار نے لوائے احمدیت اور مکرم گیان سنگھ صاحب نے فضا میں لوائے فجی بلند کیا اور دعا کروائی گئی۔ پروگرام کے مطابق جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع انگلش و فیجئن زبان پیش کیا گیا اور کلام سیدنا حضرت مسیح موعودؑ (وہ پیشوا ہمارا۔۔۔) کے بعد ایک تقریر سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دوسری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امن کا سفیر پیش کی گئی جس کے ساتھ ساتھ درمیان میں خاکسار کو بائبل کے حوالہ جات سے پیشگوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کرنے کا موقع ملتا رہا، اس سارے ماحول میں پھر مہمان خصوصی کے علاوہ 3 دیگر معزز مہمانوں نے بھی تقاریر کیں۔ جن میں ایک ہمارے ڈویزنل آفیسر مکرم عبد الحکیم صاحب اور ایک ہندو پنڈت مکرم دھرمندر راکمار صاحب اور ایک کیتھولک پادری مکرم چوچی صاحب نے بھی بہت اچھے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر گفتگو کی۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ جلسہ کا ماحول بہت پُرسکون اور پڑھے لکھے طبقے پر مشتمل تھا جن میں اسکولوں کے اساتذہ، محکمہ پولیس اور عدلیہ کے لوگ بھی شامل تھے اس کے علاوہ 8 مختلف چرچ کے پادری اور نمائندگان بھی تشریف لائے۔ جلسہ کے آخر پر خاکسار نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وطن سے محبت اور معاشرے میں امن اور انصاف کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تذکرہ کر کے دعا کروائی۔

جلسہ میں شامل مہمان اور ان کے مختصر تاثرات

اس جلسہ میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ 43 غیر از جماعت مہمان تشریف لائے جنہوں نے بڑی محبت اور توجہ سے جلسہ کی تمام تر تقاریر کو سُنا اور اپنے خیالات کا ذکر کیا، ایک امریکہ سے آئے ہوئے بائبل اساتذہ کے گروپ نے بھی آ کر خاکسار کا شکریہ ادا کیا کہ آپ کے ماٹو (محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں) کے مطابق ہمیں آج کے پروگرام میں یہ ماحول نظر بھی آیا اور تعلیمات کو بھی سننے کا موقع ملا۔ اسی طرح ہمارے جلسہ کے مقررین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بہت اعلیٰ انداز میں بیان کیا۔ مکرم عبد الحکیم صاحب نے کہا کہ اصل جلسہ کا حق ایسی مجالس کے انعقاد سے ہی ادا کیا جاتا ہے جہاں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی دعوت دی جائے، جماعت احمدیہ کی یہ بہت اچھی کوشش ہے۔ مہمان خصوصی گیان سنگھ صاحب نے کہا کہ آج اس جلسہ کے بعد میں اب کہہ سکتا ہوں کہ میں مکمل فیجئن ہوں کیونکہ اب اسلام کے بارے میں بھی مجھے کچھ علم آ گیا ہے۔ بلکہ ہندو پنڈت نے از خود بعض اہم احادیث کو اپنی محنت اور کوشش سے ڈھونڈ کر بیان کرتے ہوئے کہ بڑوں کا ادب کرو، والدین کی عزت کرو، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔ اس طرح کی تربیت اولاد کے حوالے سے متعدد احادیث بیان کیں اور کہا کہ یہ وہ تعلیمات ہیں جن پر آج معاشرے کو عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اسی طرح کیتھولک چرچ کے پادری نے بیان کیا جو حوالے آج میں نے بائبل کے سنے ہیں اسی طرح کی کچھ باتیں میرے ذہن میں بھی حضرت عیسیٰؑ کی تھیں لیکن جو مواد مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دیا گیا تو میں نے سوچا کہ اس مجلس میں مجھے ضرور جانا چاہئے، دراصل مجھے آج کیتھولک چرچ ممبران کی ایک میٹنگ میں ان کے ساتھ کیپیٹل صووا کے لئے روانہ ہونا تھا لیکن اس جلسہ کی وجہ سے اب میں کل جاؤں گا۔ اسی طرح متعدد احباب نے بک اسٹال سے بھی استفادہ کرتے ہوئے کتب اور لٹریچر حاصل کیا اور فیجیئین قرآن کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور کئی جگہوں سے اس کا مطالعہ بھی کیا۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلسہ کے نیک ثمرات سے نوازے اور تمام ممبران جماعت کے ایمان و اخلاص میں بھی برکت دے جنہوں نے مال اور وقت کی قربانی سے اس کو کامیاب کیا۔ آمین۔ جلسہ کی کل حاضری 64 رہی۔

مرزا خلیل احمد بیگ۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

ذوالقرنین حصہ اول

قسط 27

یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خورس کو جو ذوالقرنین تھا مسیح کہا گیا ہے اور مسیح موعود کو ذوالقرنین۔ ذوالقرنین کے حالات کے مشابہ حالات آخری زمانہ میں بھی ایک مثیل ذوالقرنین کے لئے مقدر ہیں اس لئے اس واقعہ کو قرآن کریم میں بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے۔

ذوالقرنین کے متعلق قرآن کریم صرف ایک جگہ سورۃ الکہف کی اٹھارہ آیات میں ذکر ملتا ہے جو کہ اس سورۃ کی آیت نمبر 84 تا 102 ہیں۔ ان آیات میں ایک صاحب الہام تاریخی شخصیت کا ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح ذوالقرنین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی ذوالقرنین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اس لئے اس موضوع کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصہ میں اس صاحب الہام تاریخی شخصیت کا ذکر کیا جائے گا اور دوسرے حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذوالقرنین ہونے کا بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٤﴾ اِنَّا
مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٦﴾
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا
قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٧﴾
قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٨﴾
وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا
يُسْرًا ﴿٨٩﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٠﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩١﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا
بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩٢﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٣﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ
مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٤﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ
يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓي اَنْ
تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٥﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٦﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا
سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ
عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٧﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٨﴾
قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ
حَقًّا ﴿٩٩﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ
جَمْعًا ﴿١٠٠﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠١﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ
اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠٢﴾ اَفَحَسِبَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ
لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٣﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٤﴾

(الکہف: 84-102)

اور وہ تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق بھی سوال کرتے ہیں تو (انہیں) کہہ (کہ) میں ضرور اس کے متعلق کچھ ذکر تمہارے سامنے کروں گا۔ ہم نے یقیناً اسے زمین میں حکومت بخشی تھی اور ہم نے اسے ہر ایک چیز (کے حصول) کا ذریعہ عطا کیا تھا۔ تب وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ سورج ڈوبنے کے مقام پر پہنچا تو اس نے ایسا پایا کہ (گویا) وہ ایک گدلے چشمے میں ڈوب رہا ہے اور اس نے اس کے پاس کچھ لوگ (آباد) پائے (اس پر) ہم نے (اسے) کہا (کہ) اے ذوالقرنین! تجھے اجازت ہے کہ ان کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک سے کام لے۔ اس نے کہا (ہاں میں ایسا ہی کروں گا اور) جو ظلم کرے گا اسے تو ہم ضرور سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے سخت سزا دے گا اور جو ایمان لائے گا اور نیک (اور مناسب حال) عمل کرے گا اس کے لئے (خدا کے ہاں اس کے اعمال کے بدلہ میں) اچھا انجام (مقدر) ہے اور ہم (بھی) ضرور اس کے لئے اپنے حکم سے آسانی والی بات کہیں گے۔ پھر وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے نکلنے کے مقام پر پہنچا تو اس نے اسے ایسے لوگوں پر چڑھتا پایا، جن کے لئے ہم نے (ان کے اور) اس (سورج) کے درمیان کوئی پردہ نہیں بنایا تھا۔ (یہ واقعہ ٹھیک) اسی طرح ہے اور ہم نے اس کے تمام حالات کا خوب پتا رکھا ہوا ہے۔ پھر وہ ایک راستہ پر چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا، تو اس نے ان کے ورے کچھ ایسے لوگ پائے جو بمشکل اس کی بات سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا (کہ) اے ذوالقرنین! یاجوج و ماجوج یقیناً اس ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں پس کیا ہم (لوگ) آپ کے لئے کچھ خراج اس شرط پر مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں۔ اس نے کہا (کہ) اس (قسم کے کاموں) کے متعلق میرے رب نے جو طاقت مجھے بخشی ہے وہ (دشمنوں کے سامانوں سے) بہت بہتر ہے اس لئے تم مجھے مقدور بھر مدد دو تا کہ میں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ایک روک بنادوں۔ تم مجھے لوہے کے ٹکڑے دو (چنانچہ وہ روک تیار ہونے لگی) یہاں تک کہ جب اس نے (پہاڑی کی) ان (دونوں) چوٹیوں کے درمیان برابری پیدا کر دی۔ تو اس نے (ان سے) کہا (کہ اب اس پر آگ) دھونکو۔ حتیٰ کہ جب اس نے اسے (بالکل) آگ (کی طرح) کر دیا تو (ان سے) کہا (کہ اب) مجھے (گلا ہوا) تانبا (لا) دو تا کہ میں (اسے) اس پر ڈال دوں۔ پس (جب وہ دیوار تیار ہوگئی تو) وہ (یعنی یاجوج ماجوج) اس پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ (اس پر) اس نے کہا (کہ) یہ (کام محض) میرے رب کے خاص احسان سے (ہوا) ہے پھر جب (عالمگیر عذاب کے متعلق) میرے رب کا وعدہ (پورا ہونے پر) آئے گا تو وہ اس (روک) کو (توڑ کر) زمین سے پیوست شدہ ایک ٹیلہ بنا دے گا اور میرے رب کا وعدہ (ضرور) پورا ہو کر رہنے والا ہے اور (جب اس کے پورا ہونے کا وقت آئے گا تو) اُس وقت ہم انہیں ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور بگل بجایا جائے گا تب ہم ان (سب) کو اکٹھا کر دیں گے اور ہم اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے لے آئیں گے۔ (وہ کافر) جن کی آنکھیں میرے ذکر (یعنی قرآن کریم) کی طرف سے (غفلت کے) پردہ میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت (بھی) نہیں رکھتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’یہ ذوالقرنین کا واقعہ بھی ایسا ہے کہ خداتعالیٰ نے استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو اس کی طرف راہنمائی کرنے کا فخر بخشا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مضمون پر زمانہ حال کے بعض دوسرے مصنفوں نے بھی روشنی ڈالی ہے اور اس غلط خیال کی تردید کی ہے کہ اس سے مراد سکندر رومی ہے اور بعض نے ذوالقرنین کے یہ معنے کئے ہیں کہ ایک بادشاہ جس کی حکومت مشرقی اور مغربی ممالک میں پھیل گئی تھی۔ بلکہ ایک جرمن ڈاکٹر ہربیلاٹ مصنف ببلیا اورنینٹل نے تو یہ کہہ کر کہ اس سے مراد ایران کے ابتدائی بادشاہوں میں سے کوئی ہے قریباً صداقت پر ہاتھ جا مارا ہے۔ (ویریز کمنٹری آن قرآن) حضرت مولوی صاحب نے ذوالقرنین کے بارہ میں اپنی تحقیق کی بنیاد بائبل پر رکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ دانیال نبی کی ایک خواب بائبل میں لکھی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رویا میں ایک مینڈھا دیکھا جس کے دو سینگ تھے اور وہ پچھّم اتر دکن کی طرف سینگ مارتا تھا اور کوئی جانور اس کے سامنے نہ ٹھہر سکتا تھا اور وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ (دانیال باب 8 آیت 3، 7) پھر لکھا ہے کہ خداتعالیٰ نے مجھے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ وہ مینڈھا جسے تو نے دیکھا کہ اس کے دو سینگ ہیں سو وہ مادہ اور فارس کے بادشاہ ہیں‘‘ (باب 8 آیت 20)۔ اس خواب کی بناء پر جس میں مادہ اور فارس کے بادشاہوں کو دو سینگ والے مینڈھے کی شکل میں دکھایا گیا ہے آپ فرماتے تھے کہ ذوالقرنین سے مراد مادہ اور فارس کا کوئی بادشاہ ہے۔ نیز آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ یہ بادشاہ کیقباد تھا۔‘‘

ذوالقرنین کا واقعہ بیان کرنے کی حکمت

سورۃ الکہف میں اسلام اور مسیحیت کے مقابلہ کا ذکر ہے خصوصاً اس حصہ کا مقابلہ جو نیم سیاسی کہلا سکتا ہے یعنی ہے تو مذہبی مگر دونوں مذہبوں کی سیاسیات سے وابستہ ہے۔

سب سے پہلے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کر کے بتایا کہ مسیحیت کی ابتداء کس طرح ہوئی اور وہ کس طرح بگڑے پھر موسیٰ علیہ السلام کے اسراء کے واقعہ کو بیان کر کے بتایا کہ اصحاب کہف کی نسلوں کی ترقی ایک حد تک جاکر رک گئی۔ کیونکہ موسیٰ کے اسراء میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ موسیٰؑ کی قوم ایک حد تک جاکر روحانی ترقی سے محروم ہو جائے گی اور اس وقت ایک اور نبی خداتعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوگا اور یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ موسیٰ کی قوم سے مراد اس جگہ موسوی سلسلہ کا آخری حصہ ہے یعنی مسیحی۔ ورنہ خالص موسوی حصہ تو پہلے ہی مردہ ہو چکا ہے۔ غرض اصحاب کہف کے واقعہ کے بعد اسراء موسیٰ کا واقعہ بیان کر کے مسیحی قوم کی پہلی ترقی کا دور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد کے واقعات سے یہ پیشگوئی زبردست طور پر پوری ہوئی اور مومنوں کے ایمان کو اس سے بے انتہا تقویت ملی۔ کیونکہ مکی زندگی میں یہ خبر دینا کہ مسلمان عیسائیوں کو زک دیں گے ایک ایسی زبردست پیشگوئی ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس کے بعد ذوالقرنین کا واقعہ مسیحی قوم کے ترقی کے دوسرے دور کی خبر دینے کے لئے بیان کیا گیا ہے اگر کہا جائے کہ اس طریق کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی معمولی طور پر مسیحیت کی ساری ترقی کو اکٹھا بیان کر دیا جاتا۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ دنیاداروں کی نگاہ میں بے شک یہ معمولی بات ہے لیکن جو شخص دین کی اہمیت کو سمجھتا ہو وہ اسے کسی صورت

میں جائز نہیں کہے گا۔ بلکہ قرآن کریم کے اختیار کئے ہوئے طریق کو ہی درست اور ضروری قرار دے گا۔۔۔ ذوالقرنین ایک لحاظ سے یاجوج ماجوج یا دجالی فتنہ کے پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسیحی ترقی کے اس دور کا ذکر کرنے سے پہلے ذوالقرنین کا ذکر کیا اور خصوصاً اس کے اس فعل کا جس کی وجہ سے یاجوج ماجوج کی ایک علیحدہ قومی اور سیاسی بنیاد پڑی۔

ذوالقرنین کا واقعہ بیان کرنے کی دوسری حکمت

ذوالقرنین کے ذکر میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ ذوالقرنین ماوہ اور فارس کا بادشاہ تھا۔ پس اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کی پیدائش ایک فارسی نسل کے انسان کے ذریعہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو اس کے نیک بندے ہوں جب ان کے کسی نیک فعل کے ثانوی ردعمل کے طور پر کوئی بدی پیدا ہو تو وہ انہی کی اولاد یا ہموطن یا مثل کے ذریعہ سے اس بدی کو دور کرواتا ہے کہ اس کے نیک بندے کے نام سے ایک دور کا عیب بھی منسوب نہ ہو۔ پس ذوالقرنین کا ذکر اس جگہ اس لئے کیا گیا تا اس خبر کو بطور پیشگوئی بیان کر کے ایک دوسرے ذوالقرنین کی خبر دی جاسکے جو فارسی الاصل ہوگا اور یاجوج ماجوج کا مقابلہ کر کے اس کے زور کو توڑے گا اور اس طرح پہلے ذوالقرنین پر سے الزام کو دور کرے گا اور ذوالقرنین کا نام اس وجہ سے پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے دو قوتوں کا وارث بنائے گا۔ ایک مہدویت کی قوت اور ایک مسیحیت کی قوت۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا وارث ہونے کی وجہ سے مہدی کہلائے گا اور حضرت مسیحؑ کی صفات کو اخذ کرنے کی وجہ سے مسیح کہلائے گا۔ جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ ’’لَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسٰى‘‘۔

پس ان دونوں قوتوں کے حاصل ہونے کے سبب اس کا نام ذوالقرنین ہوگا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ بعض پیشگوئیوں کے مطابق دو صدیوں کو پائے گا۔ یعنی ایک صدی کے خاتمہ پر وہ خدا تعالیٰ سے الہام پائے گا اور دوسری صدی کے شروع ہونے پر اپنا کام ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اسی کی طرف حدیث ابن ماجہ میں اشارہ ہے کہ ’’لَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسٰى‘‘ یعنی آنے والا موعود ذوالقرنین ہوگا من جہت مہدی اور من جہت عیسیٰ ہوگا۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ جو قرآن کریم میں آتا ہے کہ ایک اور جماعت بھی ہوگی جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر قرآن پڑھائیں گے اس سے کیا مراد ہے۔ یعنی اگر آپ فوت ہوچکے ہوں گے تو یہ کام کس طرح کریں گے اس کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ’’وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ هٰؤُلَاءِ‘‘ (بخاری عن ابی ہریرہ) اور ابن مردویہ نے سعد ابن عبادہ سے جو روایت کی ہے۔ اس میں لکھا ہے ’’رِجَالٌ مِّنْ فَارِسَ‘‘ کہ فارسی لوگ پھر ایمان کو واپس لے آئیں گے اور بعض روایات میں ’’رَجُلٌ‘‘ کا لفظ بھی آتا ہے (بخاری) یعنی ایک خاص موعود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان سب روایات کو ملا کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص موعود شخص جو فارسی الاصل ہوگا آخری زمانہ میں ایمان کے اٹھ جانے کے بعد پھر ایمان کو واپس لائے گا اور اس کے اس کام میں بعض اور فارسی الاصل لوگ بھی اس کے مؤید ہوں گے۔

اس پیشگوئی کا یاجوج ماجوج سے تعلق

اب رہا یہ سوال کہ اس کا یاجوج ماجوج کے زمانہ سے کیا تعلق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی یہ حالت آخری زمانہ میں ہوگی جبکہ یاجوج ماجوج اور دجال کا ظہور ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نام ایک ہی مذہب والوں کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا لفظ سیاسی فتنہ پر دلالت کرتا ہے اور دجال کا مذہبی فتنہ پر۔

پس دونوں قسم کی روایات کو ملا کر یہ حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں جو اشاعت کفر ہوگی اس کا مقابلہ ایک فارسی مرد کرے گا اور اس کے اس کام میں معاون بعض اور فارسی مرد بھی ہوں گے۔ پس فارسی الاصل ذوالقرنین کے فعل پر جو اعتراض پڑتا تھا۔ اس کا بھی اس کے تفصیلی حالات بیان کر کے ازالہ کر دیا اور اس واقعہ کو قرآن کریم میں بطور پیشگوئی کے بیان کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اگر ایک ذوالقرنین نے دنیوی طور پر یاجوج ماجوج کے حملوں کی روک تھام کی تھی تو ایک اور ذوالقرنین ان کے مذہبی حملوں کی جو آئندہ زمانہ میں ہونے والے ہیں روک تھام کرے گا۔

ذوالقرنین کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تحقیق

سابق مفسرین اور یورپین محققین کا خیال ہے اور جیسا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ اول جماعت احمدیہ نے بیان کیا ہے۔ میرے نزدیک بھی ذوالقرنین ایرانی بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ کا نام ہے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ اس کا نام کیقباد بتاتے تھے۔ بعض نے آپ کی تحقیق میں یہ فرق کر دیا ہے کہ اس بادشاہ کو دارائے اول قرار دیا ہے۔ مگر میرے نزدیک ہمیں سب سے اول ان شرائط کو دیکھنا چاہیئے کہ جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور پھر اس بادشاہ کی تعیین کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ (1) ذوالقرنین کو الہام یا خوابیں آتی تھیں (2) وہ اپنے علاقہ سے تو ملک فتح کرتے ہوئے مغرب کی طرف چلا گیا جہاں ایک سیاہ چشمہ میں سورج ڈوب رہا تھا (3) اس کے بعد وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوا اور مشرقی ممالک کو فتح کیا (4) پھر وہ ایک درمیانی علاقہ کی طرف گیا۔ جہاں سے یاجوج ماجوج حملہ کر رہے تھے اور اس نے وہاں دیوار بنائی۔

ہمیں ذوالقرنین کی تعیین کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جو شخص ہمارے ذہن میں مُشَارٌ اِلَيْهِ ذوالقرنین کہلانے کا مستحق ہے اس میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ خصوصاً اس امر کو کہ وہ صاحب الہام اور خدا تعالیٰ کا مقبول بھی ہے یا نہیں۔

یہ امر تو پہلے طے ہوچکا ہے کہ میدا اور فارس کے بادشاہوں میں سے ہی کوئی بادشاہ یہاں مراد ہے کیونکہ دانیال کی رویا نے ان ہی کو ذوالقرنین کا نام دیا ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کونسا بادشاہ یہ صفات اپنے اندر رکھتا ہے۔ سب سے اول اور اہم صفت الہام کی صفت ہے۔ اس بارہ میں ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہم کو ایسا ملتا ہے کہ جسے الہام ہوتا تھا اور جس کی نیکی اور تقویٰ کی تعریف ہم کو دوسرے انبیاء کے کلام سے بھی ملتی ہے اور یہ بادشاہ خورس ہے جسے انگریزی میں CYRUS لکھتے ہیں۔

یسعیاہ نبی اس بارہ میں لکھتے ہیں: ’’خداوند مسیح خورس کے حق میں یوں فرماتا ہے کہ میں نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا کہ امتوں کو اس کے قابو میں کروں اور بادشاہوں کی کمریں کھلواڈالوں اور دہرائے ہوئے دروازے اس کے لئے کھول دوں اور وہ دروازے بند نہ کئے جائیں گے میں تیرے آگے چلوں گا اور ٹیڑھی جگہوں کو سیدھا کروں گا میں پیتل کے دروازوں کے جدا جدا پٹلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور لوہے کے بینڈوں کو کاٹ ڈالوں گا اور میں گڑے ہوئے خزانے اور پوشیدہ مکانوں کے گنج تجھے دوں گا تاکہ تو جانے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تیرا نام لے کے بلایا ہے اور میں نے اپنے بندے یعقوب اور اپنے برگزیدے اسرائیل کے لئے تجھے تیرا نام صاف لے کے بلایا۔ میں نے تجھے مہربانی سے پکارا کہ تو مجھ کو نہیں جانتا۔‘‘ (یسعیاہ باب 45 آیت 1 تا 4)

یسعیاہ نبی کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ خورس نامی میدا اور فارس کا بادشاہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت دیا گیا کیونکہ اسے مسیح کہا گیا ہے (یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خورس کو جو ذوالقرنین تھا مسیح کہا گیا ہے اور مسیح موعود کو ذوالقرنین)

پھر لکھا ہے کہ اسے حکومت اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے دی تھی۔ یہی قرآن کریم ذوالقرنین کی نسبت فرماتا ہے إِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْأَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (الکہف:85) ہم نے اسے بادشاہت دی تھی اور ہر ضروری امر کو حاصل کرنے کے ذرائع بخشے تھے۔

اسی طرح لکھا ہے کہ میں تیرے آگے چلوں گا اور تیری ٹیڑھی جگہوں کو سیدھا کروں گا جس سے اشارہ ہے کہ وہ بہت سفر کرے گا۔ یہی قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے۔

پھر یسعیاہ کے الہام میں ہے کہ میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تجھے نام لے کے بلایا ہے۔ قرآن کریم میں بھی آتا ہے قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ (الکہف:87) ہم نے ذوالقرنین کو نام لے کر پکارا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ تو مجھے نہیں جانتا اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی پرستش تورات کے ناموں سے نہیں کرتا تھا بلکہ دوسرے ناموں سے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ زردشت نبی کا پیرو تھا۔

تاریخ سے ذوالقرنین (خورس) کی بزرگی کا ثبوت

خورس کی بزرگی کا ثبوت تمام تاریخوں سے ملتا ہے۔ اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس کے دشمن بھی اس سے محبت کرتے تھے۔ بلکہ جب وہ کسی حکومت پر حملہ کرتا تو اس کی نیکی اور اس کے انصاف کی وجہ سے شہر والے دروازے کھول کر اس سے جا کر مل جاتے اور اپنے بادشاہ کو چھوڑ دیتے۔ یسعیاہ نبی نے بھی اپنا الہام اس بارہ میں لکھا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں۔ ’’خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ یہ میرا چرواہا ہے اور وہ میری ساری مرضی پوری کرے گا۔‘‘ (باب 24 آیت 28)

اس کی نیکی اور اس کے اخلاق کے متعلق مؤرخین نے جو آراء ظاہر کی ہیں وہ یہ ہیں: ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ (HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD) جلد 2 صفحہ 596 میں مشہور مورخ ڈینوفین کی رائے لکھی ہے کہ: ’’میں نے ایک دفعہ انسانی فطرت پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انسان کے لئے اپنی فطرت کے مطابق دوسرے جانوروں پر حکومت کرنا آسان ہے، مگر انسان پر حکومت کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ میں نے غور کیا کہ کتنے ہی آقا ہیں جن کے گھر میں تھوڑے یا زیادہ نوکر ہیں مگر وہ اپنے نوکروں سے بھی اطاعت نہیں کرواسکتے۔ پس اس سے میرا یہ خیال ہوا کہ ایسا ایک بھی آدمی نہیں

جو انسان پر حکومت کر سکتا ہو۔ دوسرے جانداروں پر حکومت کرنے والے کئی ہیں۔ مگر یہ سوچتے سوچتے مجھے خورس بادشاہ کا خیال آیا جس نے میری رائے بدل دی اور میں نے کہا کہ انسانوں پر حکومت کرنی مشکل نہیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض ایسے لوگ تھے جنہوں نے خوشی سے سائرس کی ماتحتی اختیار کی۔ حالانکہ بعض ان میں ایسے تھے جو اس سے دو مہینے کی راہ پر بعض چار مہینے کی راہ پر تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے کبھی اسے دیکھا ہی نہ تھا اور ایسے بھی تھے جنہیں اسے دیکھنے کی توقع بھی نہ ہو سکتی تھی‘‘

پھر لکھا ہے ’’اس نے لوگوں کے دل میں ایک پرزور خواہش پیدا کر دی تھی کہ وہ اسے خوش رکھیں اور یہ کہ وہ ہمیشہ ان پر حکومت کرتا رہے اس نے اتنی قوموں پر حکومت کی کہ ان کی تعداد کا شمار مشکل ہے مشرق سے مغرب تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔‘‘

پھر اسی کتاب میں موجودہ زمانہ کے مؤرخین کی رائے کا یہ خلاصہ لکھا ہے۔ ’’اگر لڑائی انصاف کے لئے لڑنے بلکہ اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار رہنے کا نام ہے تو وہ (یعنی خورس) بڑا بادشاہ تھا۔‘‘

پھر لکھا ہے: ’’وہ محض اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کرتا تھا۔ وہ ایسا تھا کہ جب میدیا کی حکومت، بابل کی حکومت اور مصر والوں نے اتفاق کر کے اس پر حملہ کیا تو اس نے محض دفاع کی خاطر تلوار اٹھائی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ رحم مجسم تھا۔ اس کی ڈھال پر ناجائز خون کا قطرہ نہ گرا تھا۔ نہ بھیانک انتقام یا ظلم سے اُس نے ہاتھ رنگے۔ اس نے مقدونیہ والے بادشاہ کی طرح کبھی شہر نہیں جلائے۔ اس نے دیگر بادشاہوں کی طرح مغلوب بادشاہوں کے ہاتھ پاؤں نہیں توڑے اس نے یہودی بادشاہوں کی طرح کبھی دیواروں پر ان کو نہیں گھسیٹا نہ اس نے رومیوں کی طرح مغلوب بادشاہوں کو پھانسی دی۔ نہ اس نے یونانیوں کے پاگل خدا اسکندر کی طرح خونریزی کی۔ وہ بے شک ایشیائی تھا مگر وہ ایسے لوگوں میں سے تھا جو اپنے زمانہ سے بہت پہلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں سے بہت نرم دل تھا۔ وہ اپنی قوم کے رواج اور دستور سے بہت آگے نکلا ہوا تھا۔ انسانی عقل کی انتہائی ترقی جو آئندہ ہونے والی تھی اس پر وہ قائم تھا۔ اس نے اپنی زبردست حکومت کی بنیاد اس پر رکھی تھی کہ ملکوں کو فتح کر کے ان کے درجہ کو بڑھایا جائے اور مفتوحوں کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ ٹائر کا وہ شہر جس نے نبوکدنضر اور سکندر کے آگے بڑے بڑے محاصروں کے بعد اپنے آپ کو سپرد کیا اس شہر نے اس کے جاتے ہی اپنی مرضی سے اپنے دروازے کھول دیئے۔‘‘

پھر لکھا ہے کہ: ’’وہ اپنے زمانہ کی پیداوار نہ تھا۔ بلکہ اس نے زمانہ کو پیدا کیا اور وہ اسکا باپ تھا۔ وہ تاریخ انسانی میں ایک منفرد اور بے مثل بادشاہ تھا۔‘‘

(ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد 2 صفحہ 597-600)

وہ خدا تعالیٰ سے سچی خوابیں پانے کا مدعی تھا

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک مہم پر جا رہا تھا کہ اس نے خواب دیکھا۔ کہ دارا جو اس کا رشتہ میں بھتیجا تھا۔ اس کے دو پر نکلے ہیں ایک یورپ پر پھیلا ہوا ہے اور دوسرا ایشیا پر۔ اس نے صبح اس کے باپ کو بلایا جو اس کے ساتھ تھا اور اسے کہا تمہارا لڑکا معلوم ہوتا ہے میرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں اس یقین کی وجہ بھی بتا دیتا ہوں اور وہ یہ کہ آج میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ اس محبت کی وجہ سے جو وہ مجھ سے رکھتا ہے یہ سلوک ہے کہ ایسے تمام اہم امور جو میری ذات پر گہرا اثر ڈالنے والے ہوں وہ مجھے بتا دیا کرتا ہے۔

(ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد 2 صفحہ 595)

اس خواب کی تعبیر میں گو اس نے غلطی کھائی اور سمجھا ہے کہ شائد دارا اس کے خلاف کوئی سازش کر کر رہا ہے۔ لیکن جو اس کی تعبیر تھی وہ اپنے وقت پر شاندار طور پر پوری ہوئی اور وہ اس طرح کہ خورس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اسے لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس پر دارا نے چند شہزادوں کے ساتھ مل کر اس غاصب کو قتل کر دیا اور آخر متفقہ فیصلہ سے دارا کو بادشاہ بنایا گیا۔ جس نے یورپ اور ایشیا کے بڑے حصے کو فتح کر کے ایرانی حکومت کو بہت بڑھا دیا۔

بائبل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے الہام ہوتا تھا۔ کیونکہ بائبل میں لکھا ہے: ’’اور شاہ فارس خورس کی سلطنت کے پہلے برس میں اس خاطر کہ خداوند کا کلام جو یرمیاہ کے منہ سے نکلا تھا پورا ہوا۔ خداوند نے شاہ فارس خورس کا دل اُبھارا کہ اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کرائی اور اسے قلمبند بھی کر کے یوں فرمایا۔ شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی ساری مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے کہ یروشلم کے بیچ جو یہوواہ ہے اس کے لئے ایک مسکن بناؤں۔ پس اس کی ساری قوم میں سے تمہارے درمیان کون کون ہے اس کا خدا اس کے ساتھ ہو اور وہ یروشلم کو جو شہر یہوواہ ہے جائے اور خداوند اسرائیل کے خدا کا گھر بنائے جو یروشلم میں ہے‘‘۔ (عزرا باب 1 آیت 1 تا 3) گویا خدا تعالیٰ نے اسے برگزیدہ کر کے اسے مملکتیں اور حکومتیں بخشیں پھر اسے الہام کر کے یروشلم کا مقدس گھر بنانے اور یہودیوں کے قید سے رہا کرنے کا حکم دیا۔

قرآن کریم سے ذوالقرنین کی دوسری علامت

دوسری علامت قرآن کریم سے ذوالقرنین کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی فتوحات پہلے مغرب کی طرف شروع ہوئیں اور وہ ملک پر ملک فتح کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں اس نے سورج کو ایک ایسے چشمہ میں ڈوبتے ہوئے دیکھا جس میں سیاہ مٹی ملی ہوئی تھی (یعنی اس کے پانی کا رنگ سیاہ تھا اس سے مراد بحیرہ اسود ہے جسے انگریزی میں BLACK SEA کہتے ہیں) چنانچہ خورس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ گذرا ہے۔ جب اسے اللہ تعالیٰ نے طاقت بخشی تو مغربی ممالک کے بادشاہوں نے ایکا کر کے اس پر حملہ کر دیا اور اس طرح اس کی فتوحات اپنے ملک سے باہر مغربی طرف شروع ہوئیں اور بابل، نینوا اور یونانی نوآبادیات جو ایشیائے کوچک کے شمال میں بحیرہ ماموراتک پھیلی ہوئی تھیں۔ خورس نے فتح کر لیں اور اس طرح اس چشمہ تک پہنچا۔ جو اس کے ملک کی مغرب کی طرف تھا اور جس کا پانی سیاہ تھا (یہ تمام علاقے تاریخ سے ثابت ہے کہ اس نے فتح کئے تھے)۔

(دیکھو ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ نیز جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد 4 صفحہ 403)

قرآن کریم سے ذوالقرنین کی تیسری علامت

تیسری علامت قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مغربی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف توجہ کی اور تاریخ سے اس امر کا بھی پتہ ملتا ہے کہ مغربی علاقوں کی فتح کے بعد خورس نے مشرقی ممالک کو فتح کیا اور افغانستان تک اور بخارا اور ثمرقند تک اس کی حکومت پھیل گئی۔

(ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد 2 صفحہ 593)

قرآن کریم سے ذوالقرنین کی چوتھی علامت

چوتھی علامت قرآن کریم بتاتا ہے کہ اس نے ان کے درمیان بعض علاقوں کی طرف توجہ کی اور وہاں ایک دیوار بنائی۔ کیونکہ یاجوج ماجوج وہاں سے حملے کرتے تھے تاریخ سے مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ملتا ہے۔

اول۔ خورس کی جنگ یاجوج ماجوج سے ہوئی ہے اور اس نے ان کے حملوں سے اپنی مملکت کے بعض علاقوں کو بچایا ہے۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج کن قبائل کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ہم کو بائبل سے مدد ملتی ہے بائبل میں یاجوج ماجوج کی نسبت لکھا ہے:

’’اے آدم زاد! تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس اور مسک اور ٹوبالسک کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر۔‘‘ (حزقیل باب 38 آیت 2)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بائبل جس نے سب سے پہلے ہمیں یاجوج ماجوج سے روشناس کرایا ہے شمالی علاقہ کے رہنے والے لوگوں کو یاجوج ماجوج کہتی ہے اور ان کا مقام روس، ماسکو اور ٹوبالسک بتاتی ہے جو سارا علاقہ شمالی ہے۔ اس کے بعد بائبل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ فارس کا کوئی بادشاہ کرے گا کیونکہ لکھا ہے کہ وہ فارس پر قابض ہو گئے ہوئے ہیں چنانچہ لکھا ہے: ’’اور ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط (ہیں)۔‘‘ (حزقیل باب 38 آیت 5)۔ یعنی جب یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ یاجوج کے ماتحت فارس کا علاقہ تھا۔

اب ہم تاریخوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ یاجوج ماجوج کی نسبت کیا رائے ظاہر کرتی ہیں۔ پرانے مؤرخوں میں سے جوزیفس کا بیان ہے کہ یہ سیدین (SEYTHIENS) قبائل کا نام ہے۔ تورات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ پیدائش باب 10 آیت 2 میں لکھا ہے کہ ’’یافث کے بیٹے یہ ہیں۔ جمر اور ماجوج اور مادی‘‘ جمر سِمّیرِیَنْزْ (CIMMERIANS) کا نام ہے جو ایشیائے کوچک کے مشرقی طرف رہتے تھے اور مادی میدیا والوں کا نام ہے ان دونوں کے درمیان کا علاقہ میدینز ہی کا علاقہ ہے۔ جیروم لکھتا ہے کہ ماجوج کوہ قاف کے اوپر بحیرہ اخضر کے اوپر رہتے ہیں یہ بھی وہی شمالی علاقہ ہے جس میں سیدین رہتے تھے۔

(جیوش انسائیکلو پیڈیا جلد 6 صفحہ 19)

اس تحقیق کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ بائبل نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج اس زمانہ میں فارس پر قابض ہو گئے تھے۔ کیا سیدینز کے بارہ میں یہ امر ثابت ہے سو اس کے متعلق ہم تاریخ میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ ’’تب جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں فارس سیدینز کے ہاتھوں میں آ گیا یا دوسرے لفظوں میں مادیوں کے بادشاہ کے ہاتھوں میں آ گیا (مادیا پر اس وقت سیدینز حکومت کر رہے تھے) جس بادشاہ کا پایہء تخت اس وقت اکباتانا (ECBATANA) میں تھا جس کے ہاتھ سے فارس کو خورس اعظم نے چھڑوایا۔‘‘

(ہسٹوریز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد 2 صفحہ 580)

اس واقعہ سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا قبضہ فارس پر رہ چکا تھا بلکہ یہ بھی کہ خورس نے یاجوج ماجوج کو شکست دے کر فارس کو ان کے قبضہ سے آزاد کرایا تھا۔ ان کا بار بار حملہ کر کے جنوبی اقوام کو تکلیف دینا بھی تاریخ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ہیروڈیٹس لکھتا ہے کہ سیدینز کوہ قاف اور بحیرہ اخضر کے درمیان سے درّہ دربند کے راستے شمالی ممالک کی طرف

سے جنوبی ممالک پر حملہ کیا کرتے تھے۔

دوسری شق آخری علامت کی قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچانے کے لئے ایک دیوار بنائی تھی۔

پہلے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس علاقہ میں کسی دیوار کا پتہ ملتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں عین اسی مقام پر جسے ہیروڈوٹس نے سیدیز کے حملہ کا راستہ بتایا ہے دیوار بنی ہوئی تھی۔ وہ دربند کی دیوار کے نام سے مشہور ہے اور غالباً دربند اسی وجہ سے اس جگہ کا نام پڑا ہے کہ اس جگہ دیوار کھینچ کر سیدیز کو روکا گیا تھا۔ چنانچہ دربند کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے کہ اس جگہ ایک دیوار تھی جو اپنی تعمیر کے وقت 29 فٹ اونچی تھی اور دس فٹ چوڑی تھی اس میں لوہے کے دروازے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نگرانوں کے لئے مینار بنے ہوئے تھے تا کہ وہاں سے نگرانی کرسکیں یہ پچاس میل لمبی ہے اور بحیرہ اخضر سے کوہ قاف تک چلی گئی ہے پھر انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ یہ دیوار سکندر کی دیوار ہے۔ مگر اسے قباد نے جو ساسانی بادشاہ تھا دوبارہ مرمت کروایا تھا۔

ان بیانات سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہاں کوئی دیوار موجود تھی۔ مگر یہ کہ اس دیوار کو خورس نے بنایا تھا۔ اسکا ثبوت تاریخ سے اس وقت تک مجھے نہیں مل سکا۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ سکندر کا اس دیوار کو بنانا بالکل خلاف عقل ہے۔ سکندر کے متعلق تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ 330 قبل مسیح کی گرمی کے موسم میں اس نے دارا کو آخری شکست دی ہے اور دارا مارا گیا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد اول صفحہ 569) لیکن اس فتح سے اسے ایران پر قبضہ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے مقابل پر کئی صوبوں کے لشکر ابھی موجود تھے اس لئے وہ بغیر دم لئے آگے بڑھتا گیا۔ لیکن جونہی وہ آگے بڑھا پچھلے علاقہ میں بغاوت ہوگئی اور اسے واپس آنا پڑا۔ بغاوت کو فرو کر کے سکندر کابل کی طرف بڑھا جہاں اس کی فوج میں بغاوت شروع ہوگئی اور مؤرخین کے نزدیک 329 قبل مسیح کی سردی کے موسم میں وہ ہندوستان کی طرف بڑھا۔ یہ سفر اس قدر سرعت سے طے ہوا کہ بعض مورخ اس کے متعلق شک ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال یہ امر ثابت ہے کہ سکندر راستہ میں کہیں ٹھہرا نہیں۔ بلکہ لڑتا بھڑتا ہندوستان کی طرف چلا گیا ہے۔ جہاں سے وہ جہازوں کے راستہ واپس لوٹا اور 324 قبل مسیح میں ایران پہنچا وہاں تھوڑا سا عرصہ رہنے کے بعد جس میں اسے اپنی فوجوں کی بغاوت فرو کرنے کی پھر ضرورت پیش آئی وہ گھر کو روانہ ہوا اور 13/ جون 323 قبل مسیح راستہ ہی میں مر گیا۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اتنی بڑی دیوار بنانے کا ہرگز موقع نہ مل سکتا تھا۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھوکا اس امر اسے لگا ہے کہ بعض مفسرین کا خیال تھا کہ سکندر ذوالقرنین تھا۔ پس اس سے مسیحی مصنفوں نے دھوکا کھا کر اس دیوار کو سکندر کی دیوار سمجھ لیا۔

مگر صرف اتنا ثابت کرنا کافی نہیں کہ سکندر نے یہ دیوار نہیں بنائی بلکہ اس سے زیادہ ایسے ثبوت کی ضرورت ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ دیوار اگر یقینا نہیں تو غالباً خورس نے بنائی تھی چونکہ تاریخ سے اس وقت تک کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جس سے قطعی طور پر ثابت ہو کہ یہ دیوار خورس نے بنائی ہے۔ ہم قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تاریخی واقعات کی بناء پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ دیوار خورس ہی نے بنائی ہے اور میرے دلائل یہ ہیں۔

(1) تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا نے جو خورس کے بیٹے کے بعد بادشاہ ہوا اور جس کے متعلق خورس نے خواب دیکھی تھی کہ مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہوگی۔ سیدیز کا زور توڑنے کے لئے یونان میں سے گزر کر یورپ کی طرف سے جا کر سیدیز پر حملہ کیا تھا۔ اب یہ بات خلاف عقل معلوم ہوتی ہے کہ جبکہ سیدیز اس کے شمالی جانب اس کے ملک کے پاس ہی بستے تھے وہ ان پر حملہ کرنے کے لئے یورپ سے گیا ہو۔ پس اس واقعہ سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ خورس نے دربند کے پاس دیوار بنادی تھی اور ایک بڑی فوج کو لے کر ان کے ملک پر صرف چند چھوٹے چھوٹے دروازوں سے حملہ کرنا خالی از خطرہ نہ تھا اور دیوار کو توڑنا اور بھی پُرخطر تھا۔ پس دارا نے سیدیز کا زور توڑنے کے لئے یورپ کی طرف سے جا کر حملہ کیا۔ تا کہ ایک طرف سے دیوار ان کو روک رہی ہو اور دوسری طرف سے اس کی فوجیں ان پر حملہ آور ہو جائیں۔

(2) دوسرا امر جس سے اس بارہ میں قیاس کیا جاسکتا ہے یہ ہے کہ اگر درّہ دربند میں دارا سے پہلے دیوار موجود نہ تھی تو دارائے اول جیسے عقل مند بادشاہ کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے ملک کو ننگا چھوڑ کر ہزار میل کا چکر کاٹ کر سیدیز پر حملہ کرنے کے لئے گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ صریح خطرہ موجود تھا کہ اس کے جانے کے بعد سیدیز بغل میں سے نکل کر اس کے ملک پر حملہ کر دیتے اور نہ وہ اپنے ملک کو ہی بچا سکتا، نہ اس کا ملک اس کی ضرورت پر مزید کمک بھجوا سکتا۔ پس اس کا اطمینان سے یورپ کی طرف سے جا کر حملہ کرنا بتاتا ہے کہ دربند کی طرف سے اس سے پہلے دیوار موجود تھی اور وہ اس امر سے مطمئن تھا کہ سیدیز اس کے ملک پر دیوار کیوجہ سے اس طرف سے حملہ نہیں کر سکتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب میں چاروں علامتوں کو سوائے دیوار والے حصہ کے یقینی طور پر خورس کے حق میں ثابت کر چکا ہوں اور دیوار والے حصہ کے متعلق بھی اس قدر ثابت کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں کہ جہاں تک اس زمانہ کے واقعات سے (جو درحقیقت بہت کم ہم تک پہنچے ہیں) قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خورس ہی دربند کے پاس دیوار بنانے والا تھا۔ خصوصاً جبکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج خورس کے برسراقتدار آنے سے پہلے اس کے اپنے ملک پر قابض تھے اور ان کے حملے فارس پر اور اس کی وسیع سلطنت پر برابر جاری تھے اور جبکہ ہم کو تاریخ سے یہ مزید ثبوت ملتا ہے کہ دربند کی طرف سے سیدیز کے حملے خورس کے زمانہ کے بعد رک گئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین بادشاہ سے مراد قرآن کریم میں خورس بادشاہ ہی ہے۔

(باقی آئندہ منگل کو ان شاءاللہ)

ایڈیٹر کے نام خط

• مکرمہ مبارکہ شاہین۔ جرمنی سے لکھتی ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! الفضل آن لائن میں شائع ہونے والے تمام مضامین ہی بہت عمدہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مؤرخہ 12/ اکتوبر کے شمارے میں مکرم قمر سلیمان احمد کا مختصر مضمون ”دستر خوان“ بہت خوب تھا۔

ہم سب ہی اس لنگر سے خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ خاکسار اس حوالے سے ایک واقعہ شیئر کرنا چاہے گی کہ 2012ء میں، میں اپنی ایک بزرگ دوست ضیا قمر ساہی صاحبہ کے ساتھ قادیان کے جلسے سے واپس آ رہی تھی۔ واہگہ بارڈر پر ہم دونوں سہیلیاں ان کی کزن (جس نے ہمیں لاہور سے اپنی گاڑی میں لینے آنا تھا) کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھکن سے بے حال ہو چکی تھیں اور شدت بھوک پیاس سے نڈھال بھی۔ پیدل سامان اٹھا کر کبھی ایک طرف جاتیں کبھی دوسری جانب مگر وہ کہیں بھی نہ ملیں۔ اچانک ہماری نظر ایک کونے کی طرف لگے ٹینٹ پہ پڑی۔ سوچا کہ اس میں جھانک لیں حالانکہ ایک فیصد بھی گمان نہ تھا کہ وہ یہاں ہوں گی۔ تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد ہم ٹینٹ کے داخلی دروازے پر پہنچیں اور اندر جھانکا۔ وہاں تو ایک اور ہی دنیا آباد تھی۔ میزوں پر انواع و اقسام کے کھانے تھے اور چائے کا دور چل رہا تھا۔ مستورات بیٹھی لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ آپا ساہی کی کزن صاحبہ بھی ایک میز پر بیٹھی مل گئیں۔ کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ ہمارا خوشی سے کیا حال ہوا ہوگا۔ ساری تھکن اور کوفت لنگر کے کھانے نے کافور کر دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزائے خیر سے نوازے۔ آپا ضیا قمر ساہی وفات پا چکی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات اپنے حضور بلند فرمائے آمین۔

میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر و بیشتر جو میں پڑھنے کا قصد کر رہی ہوتی ہوں وہ الفضل اخبار کھولوں تو سامنے آ جاتا ہے۔ چند دن قبل ذہن میں بار بار اس حدیث مبارکہ کا متن آ رہا تھا کہ مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو طُور پر لے جائے گا۔ یہ بات ذہن کے نہاں خانوں میں ہی تھی اور ابھی میں نے اسے کسی کتاب میں نہ دیکھا تھا کہ چند روز قبل کے شمارے میں مضمون بعنوان ”مسیح موعود اپنی جماعت کو طُور پر لے جائے گا“ پڑھنے کو مل گیا۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا انسان جتنا بھی شُکر ادا کرے کم ہے۔

اللہ تعالیٰ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور نمایاں فتوحات سے نوازے۔ آمین

ادارہ الفضل آن لائن کی کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک وشہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتاب تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور ان کے مقاصد
7. مجددین اسلام-تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
10. اداریئے جلد اول اور دوم (زیر تکمیل)
11. بچوں کی تقاریر از فرخ شاد (زیر تکمیل)

یہ تمام کتب اس لنک پر پڑھی جاسکتی ہیں:

https://www.alfazlonline.org/adaraykikutub/

نیاز احمد نائک۔ استاد جامعہ احمدیہ قادیان

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 10

قسط 10

جائزہ لیں کہ درود شریف سے ہم کس حدتک فیضیاب ہو رہے ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر و استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کے لئے میں نے گزشتہ جمعہ میں بھی کہا تھا پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ دشمن جو ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کر رہا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید و نصرت فرمائے اور ہم پر رحم کرتے ہوئے دشمنانِ احمدیت کے ہر شر سے ہر فردِ جماعت کو اور جماعت کو محفوظ رکھے۔ ان کا ہر شر اور منصوبہ جو جماعت کے خلاف یہ بناتے رہتے ہیں یا بنا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہی پر الٹائے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل مقام روحانی آل کا ہے۔ اگر جسمانی رشتہ بھی قائم رہے تو یہ تو ایک انعام ہے۔ لیکن اگر جسمانی آل تو ہو لیکن روحانی آل کا مقام حاصل کرنے کی یہ جسمانی آل اولاد کوشش نہ کرے تو کبھی اُن برکات سے فیضیاب نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسلک ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس ہمیں ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جب بھی درود شریف پڑھیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کس حد تک اس درود سے فیضیاب ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ کس حد تک زمانے کے امام کی بیعت میں آ کر قرآنِ کریم کی حکومت اپنے سر پر قبول کرنے والے ہیں۔ اللہ کرے کہ بزرگوں کے مقام کے یہ ذکر اور مخالفینِ احمدیت کی ہم پر سختیاں اور ظلم اور بعض حکومتوں کا ہم پر ان ظلموں کا حصہ بنا ہمیں پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والا ہو۔ ہماری قربانیاں سعید فطرت لوگوں کو احمدیت کی آغوش میں لانے والی ہوں اور ہم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی فتوحات کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔

(خطبات مسرور جلد 10صفحہ 730-731)

جائزہ لیں کہ بندہ بندوں کو رب اور رازق تو نہیں سمجھ رہا

آپ (حضرت اقدس مسیح موعودؑ) نے اس کی مثالیں دی ہیں اور فرمایا کہ عالمین سے ایک عالم وہ ہے جس میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور پھر آپ نے اپنے زمانے کی مثال بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے طالبوں پر رحم کر کے ایک اور گروہ پیدا کیا ہے جو مسیح موعود اور مہدی معہود کا گروہ ہے۔ پس جب ہم رب العالمین کے اس بھیجے ہوئے کے ساتھ منسلک ہو گئے ہیں تو ہمیں اس عالم کا حصہ بننے کے لئے اپنی ترجیحات خالصۃً للہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہم رب العالمین کے انعامات سے فیض پانے والے بن سکیں پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ عالمین میں کیا کچھ شامل ہے؟ عالمین کی تعریف کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’عالمین سے مراد مخلوق کو پیدا کرنے والے خدا کے سوا ہر ہستی ہے خواہ وہ عالم ارواح سے ہو یا عالم اجسام سے‘‘ (روحیں ہیں یا جسم ہے، جو بھی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز جو ہے وہ عالمین میں شامل ہے) ’’خواہ وہ زمینی مخلوق ہے یا سورج اور چاند اور اُن کے علاوہ دیگر اجرام کی مانند کوئی چیز ہو۔ پس تمام عالم جنابِ باری کی ربوبیت کے تحت داخل ہیں۔‘‘

(اردو ترجمہ عربی عبارت از اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 139-140
بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 1 صفحہ 97)

پس جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے تحت ہے اور ہم جانتے بھی ہیں کہ خدا تعالیٰ ہی ہے جو سب عالموں کا پرورش کرنے والا ہے لیکن پھر بھی ایسے مواقع آ جاتے ہیں جب بعض اوقات بندہ بندوں کو اپنا ربّ اور رازق سمجھنے لگ جاتا ہے۔ معاشرے کے دباؤ میں آ کر دنیا داری غالب آ جاتی ہے، ایسے حالات میں ایک مومن کو فوراً اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور کوشش کرنی چاہئے اور جائزہ لیتے ہوئے توبہ اور استغفار سے کام لیتے ہوئے رب العالمین کی طرف لوٹنا چاہئے تا کہ جس نئی زمین میں ہم آباد ہوئے ہیں اور جس نئے آسمان کی چھت ہمارے اوپر ہے اُس سے ہم فیض پا سکیں۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 91-92)

پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ کی باون خصوصیات کا جائزہ لینے سے وہ ساری خصوصیات آپ کی زندگی میں نظر آتی ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو موعود بیٹے کا مصداق سمجھتے تھے جس نے دنیا میں ایک

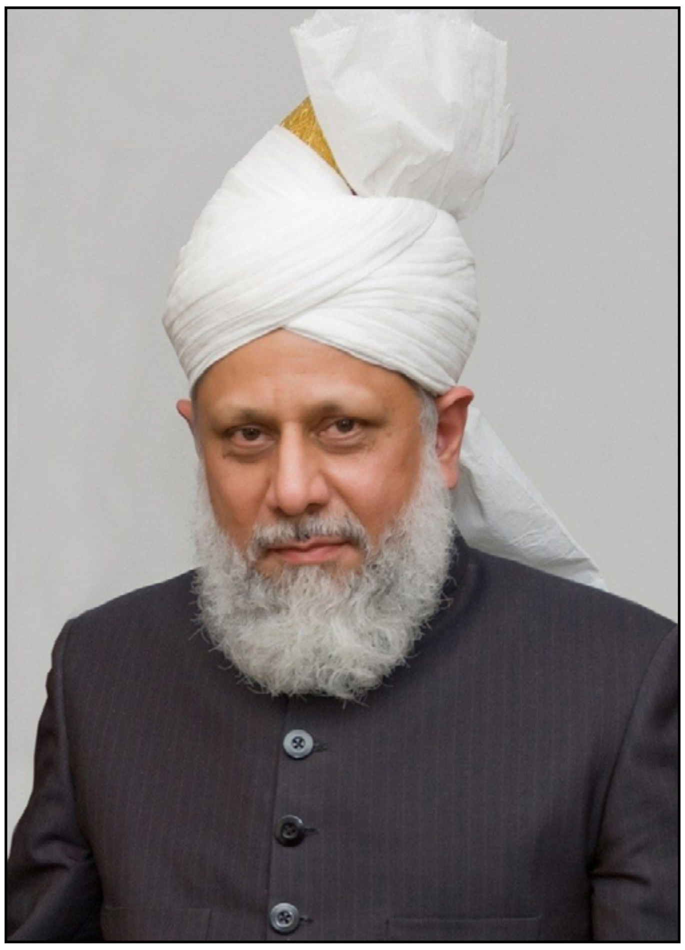

انقلاب پیدا کر دیا۔ آج بھی بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اس لئے میں نے یہ وضاحت کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی باون سالہ خلافت کا دور اس عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی تحریرات، آپ کی تقریریں اُس درد سے بھری ہوئی ہیں جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے آپ کے دل میں تھا۔ آپ کا علم و عرفان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علومِ ظاہری و باطنی سے پُر فرمایا۔

غرض جو باون یا بعض لحاظ سے اٹھاون خصوصیات پیش کی جاتی ہیں، ان کا جائزہ لیا جائے تو پیشگوئی میں جتنی بھی خصوصیات کا ذکر ہے، وہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہمیں نظر آتی ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 103-104)

یومِ مسیح موعودؑ بیعت کے تقاضوں کے جائزہ لینے کا دن ہے

ہر سال جب 23 مارچ کا دن آتا ہے تو ہم احمدیوں کو صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ آج ہم نے یومِ مسیح موعود منانا ہے، یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ جماعت کے آغاز کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے ہم نے آگاہی حاصل کر لی ہے، اتنا کافی نہیں ہے، یا جلسے منعقد کر لئے ہیں، یہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اس بیعت کا کیا حق ادا کیا ہے؟ آج ہمارے جائزہ اور محاسبہ کا دن بھی ہے۔ بیعت کے تقاضوں کے جائزے لینے کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر غور کرنے کا دن بھی ہے۔ اپنے عہد کی تجدید کا دن بھی ہے۔ شرائطِ بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کے لئے ایک عزم پیدا کرنے کا دن بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے پورا ہونے پر جہاں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تسبیح و تحمید کا دن ہے وہاں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں لاکھوں درود و سلام بھیجنے کا دن ہے۔

پس اس اہمیت کو ہمیں ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے اور یہ اہمیت شرائطِ بیعت پر غور کرنے اور اس پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ اس چیز کی

یاد دہانی کے لئے میں آج پھر آپ کے سامنے شرائطِ بیعت اور ان شرائط کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہم سے آپ کیا چاہتے ہیں؟ اُس کی کچھ وضاحت پیش کروں گا۔

پہلی شرط جو بیعت کرنے والا کرتا ہے، احمدیت میں شامل ہونے والا کرتا ہے، جس پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ”بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے، شرک سے مجتنب رہے گا۔“ شرک سے بچتا رہے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 159 اشتہار ”تکمیل تبلیغ“، اشتہار نمبر 51 مطبوعہ ربوہ)

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 174-175)

حقیقت پسند بن کر اپنا جائزہ لو

ہمیشہ ہمیں اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ بظاہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنا ہے۔ شروع میں جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس پڑھا ہے، اُس میں آپ نے یہی توجہ دلائی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہو کر یہ نہ سمجھو کہ یہ گناہ نہیں ہے۔ جو بظاہر کسی کو نظر نہیں آ رہے، اُن گناہوں کو اپنی عارفانہ خوردبین استعمال کر کے دیکھو، خود تلاش کرو، اپنے جائزے لو۔ پھر پتہ لگے گا کہ یہ حقیقت میں گناہ ہے۔ ریا کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے۔ اب یہ اکثر کسی کو بھی نظر نہیں آئے گی۔ خود انسان کو اگر وہ حقیقت پسند بن کے اپنا جائزہ لے تو پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ کام جو وہ کر رہا ہے یہ دنیا دکھاوے کے لئے ہے یا خدا تعالیٰ کی خاطر؟ اگر انسان کو یہ پتہ ہو کہ میرا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہونا چاہئے اور ہو گا تو تبھی مجھے ثواب بھی ملے گا تو تبھی وہ نیک اعمال کی طرف کوشش کرتا ہے۔ تبھی وہ اس جستجو میں رہے گا کہ میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی تلاش کروں اور اُن پر عمل کروں اور جب یہ ہو گا تو پھر نہ ریا پیدا ہو گی نہ دوسری برائیاں پیدا ہوں گی۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 205)

عہدیداروں کو اپنی حالتوں کا دوسروں سے بڑھ کر جائزہ لینے کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اول 362 اشتہار ”التوائے جلسہ 27دسمبر 1893ء“ اشتہار نمبر 117 مطبوعہ ربوہ)

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے غصہ کو قابو میں رکھے۔“

(صحیح بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب حدیث:6114)

غصہ قابو میں ہو تبھی انصاف کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں اور تبھی ہمدردی کے ساتھ فیصلے بھی ہوتے ہیں۔ پس یہ معیار ہے جو ہمارے عہدیداران کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں، صرف جرمنی کے عہدیداران کے لئے نہیں ہیں بلکہ میرے مخاطب تمام دنیا کے جماعتی عہدیداران ہیں۔ انگلستان کے بھی، پاکستان کے بھی، ہندوستان کے بھی اور امریکہ اور کینیڈا کے بھی اور آسٹریلیا اور انڈونیشیا کے بھی اور افریقہ کے بھی۔ یہ وضاحت میں اس لئے کر رہا ہوں کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاں خطبہ دیا جا رہا ہے وہیں کے لوگوں کی ایسی حالت ہے۔ جبکہ جیسا عام خطبات میں جماعت کا ہر فرد مخاطب ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی مخصوص طبقے کے بارے میں بات ہے تو وہ دنیا میں جہاں بھی ہیں وہ سب مخاطب ہیں۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے ذریعے سے بھی خلیفہ وقت کو اپنی بات پہنچانے کا ایک آسان ذریعہ مہیا فرما دیا ہے اور یہ سہولت مہیا فرما دی ہے۔ اس لئے مختلف جگہوں پر مختلف باتیں ہوتی رہتی ہیں اور مخاطب تمام دنیا کی جماعتیں ہوتی ہیں۔ ہاں یہ یقیناً اُس ملک کی سعادت ہے۔ اگر میں جرمنی میں مخاطب ہوں تو جرمنی والوں کی سعادت ہے یا اُن لوگوں کی سعادت ہے جو میرے سامنے بیٹھے ہوں اور براہ راست بات سُن رہے ہوں اور وہ اپنے آپ کو سب سے پہلا مخاطب سمجھیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو شرائطِ بیعت میں نے پڑھی ہیں وہ کسی خاص طبقے کے لئے نہیں یا کسی مخصوص قسم کے لوگوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہر احمدی ان کا مخاطب ہے۔ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو اپنے آپ کو نظامِ جماعت سے منسلک سمجھتا ہے۔ میں نے وضاحت کی خاطر عہدیداروں کے بارے میں بتایا ہے کیونکہ اُن کو جماعت کے سامنے نمونہ ہونا چاہئے۔ اس لئے ان کو اپنی حالتوں کا دوسروں سے بڑھ کر جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ پس یہ کوئی محدود حکم یا شرط نہیں ہے بلکہ افرادِ جماعت کے لئے، سب کے لئے ضروری ہے۔ پس ہمیشہ ان شرائط کے الفاظ پر غور کرتے ہوئے اس کا پابند رہنے کی کوشش کریں۔ اس کے کیا معیار ہونے چاہئیں؟ اس کی میں مزید وضاحت کر دیتا ہوں۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 344-345)

جائزہ لیں کہ کیا ہم حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ شرائط کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں

آپ (حضرت اقدس مسیح موعودؑ) فرماتے ہیں۔ اب ہمیں نصیحت کرتے ہوئے آخر میں بیان ہے ”اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔“ (پھر فرماتے ہیں اس بارے میں کہ کون عزیز ہیں؟) فرمایا کہ ”میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اُس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اُس روشنی سے حصّہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میَں ہوں“ (مضبوط قلعہ میں ہوں، حفاظت میں رکھنے والا قلعہ میں ہوں) ”جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اُس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مُزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اُس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اُس میں کبھی آگ نہیں تھی۔“ (انسان جب پاک بنتا ہے، نفس کی دوزخ میں جب پاؤں رکھتا ہے جب انسان اپنے آپ کو، اپنے نفس کو پاک کرتا ہے تو پھر جتنی بھی اُس کی نفس کی آگ تھی وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے) فرمایا: ”تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی روح اُس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ رب العالمین کا استویٰ اس کے دل پر ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر اپنا عرش قائم کرتا ہے) تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اُس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اُس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اِسی عالم میں اُس کو مل جاتا ہے۔“

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 34-35)

پس یہ وہ تعلیم اور خواہشات ہیں جن پر چلنے اور پورا کرنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے توقع کی ہے۔ حقیقی بیعت کنندہ کا یہ معیار مقرر کیا ہے۔ پس آج کے دن ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم ان شرائط پر اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں اور غلطیوں کو معاف فرمائے، انہیں دور فرمائے اور ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر کوئی نیکیاں ہمارے اندر ہیں تو اُن کے معیار پہلے سے بلند ہوتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بلند کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے مقصد کو پورا کرنے والے بن سکیں۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 188-190)

پہلے عہدیدار اپنے جائزے لیں

شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنے کا ایک بڑا ذریعہ نماز ہے۔ آجکل کے لغویات سے پُر ماحول میں تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچوں کی بھی نگرانی کی ضرورت ہے کہ اُنہیں بھی عادت پڑے کہ نمازیں پڑھیں۔ لیکن بچوں اور نوجوانوں کو کہنے سے پہلے بڑوں کو اپنا محاسبہ بھی کرنا ہو گا، اپنے آپ کو بھی دیکھنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باجماعت نماز کی ادائیگی ہو، اس طرف توجہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ موسم بدلنے کے ساتھ جب وقت پیچھے جاتا ہے، راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں تو فجر میں حاضری کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں ابھی پورا وقت پیچھے نہیں گیا تھا، پانچ بجے تک ہی نماز آ گئی تھی تو فجر کی نماز پر حاضری کم ہونے لگ گئی تھی۔ اب پھر ایک گھنٹہ آگے وقت ہوا ہے تو حاضری کچھ بہتر ہوئی ہے یا جمعہ والے دن کچھ بہتر ہو جاتی ہے۔ ابھی تو وقت نے اور پیچھے جانا ہے۔ تو بڑوں کے لئے بھی اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر

وقت کے پیچھے جانے سے پھر سستی شروع ہو جائے تو یہ تو ایک احمدی کے لئے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے میں پہلے توجہ دلا رہا ہوں کہ وقت کے ساتھ فجر کی نماز میں حاضری میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ عہدیدار خاص طور پر نمازوں کی باجماعت ادائیگی میں اگر سستی نہ دکھائیں کیونکہ ان کی طرف سے بھی بہت سستی ہوتی ہے، اگر وہی اپنی حاضری درست کر لیں اور ہر سطح کے اور ہر تنظیم کے عہدیدار مسجد میں حاضر ہونا شروع ہو جائیں تو مسجدوں کی رونقیں بڑھ جائیں گی اور بچوں اور نوجوانوں پر بھی اس کا اثر ہو گا، اُن کی بھی توجہ پیدا ہو گی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی کا رتبہ کسی عہدے کی وجہ سے نہیں ہے۔ دنیا کے سامنے تو بیشک کوئی عہدیدار ہو گا، اور اُس کا رتبہ بھی ہو گا لیکن اصل چیز خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے اور وہ اس ذریعے سے حاصل ہو گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز معراج ہے۔ اس معراج کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

پس پہلے عہدیدار اپنے جائزے لیں اور پھر اپنے زیرِ اثر بچوں، نوجوانوں اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلائیں۔ ہماری کامیابی اُسی وقت حقیقت کا روپ دھارے گی جب ہر طرف سے آوازیں آئیں گی کہ نماز کے قیام کی کوشش کرو۔ ورنہ صرف یہ عقیدہ رکھنے سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے، یا قرآنِ کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے، یا تمام انبیاء معصوم ہیں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی مسیح و مہدی ہیں جن کے آنے کی پیشگوئی تھی، تو اس سے ہماری کامیابیاں نہیں ہیں۔ ہماری کامیابیاں اپنی عملی حالتوں کو اُس تعلیم کے مطابق ڈھالنے میں ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دی۔ جس میں سب سے زیادہ اہم نماز کے ذریعے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ ورنہ ہمارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ شرک نہیں کروں گا۔ شرک تو کر لیا اگر اپنی نمازوں کی حفاظت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا ہے کہ نمازیں پڑھو۔ نمازوں کے لئے آؤ۔ اگر نمازوں کی حفاظت نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نماز کی جگہ کوئی اور متبادل چیز تھی جس کو زیادہ اہمیت دی گئی تو یہ بھی شرکِ خفی ہے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 203-204)

جائزے لیں کہ اپنے عمل سے احمدیت کی تبلیغ میں روک تو نہیں بن رہے

ہر احمدی کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری سچائی دوسروں پر تب ظاہر ہو گی جب ہر معاملے میں ہمارے سے سچائی کا اظہار ہو گا۔ اگر ہمارے ذاتی معاملات میں اپنے مفادات میں ہمارے رویّے خود غرضانہ ہو جائیں تو بیعت میں آنے کے بعد جو عملی اصلاح کا عہد ہے، اُس کو ہم پورا کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ قرآنِ کریم تو کہتا ہے کہ اگر تمہیں سچائی اور انصاف کے لئے اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے قریبیوں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو دو۔ لیکن عملاً ہمارے طریق اور عمل اس سے مختلف ہوں تو ہم کیا انقلاب لائیں گے۔ میں اکثر انصاف کے قیام کے لئے غیروں کو قرآنِ کریم کے اس حکم کا بھی حوالہ دیتا ہوں اور دعویٰ کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ہی صحیح اسلامی تعلیم پر چلنے والی ہے۔ لیکن اگر کسی غیر کے تجربے میں احمدی کے عمل اس سے مختلف ہیں تو اس پر اس بات کا کیا اثر ہو گا؟ ایسے احمدی احمدیت کی تبلیغ کے راستے میں روک ہیں۔ پس اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اپنے محاسبے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کے بے شمار حکم ہیں۔ پس ہماری عملی اصلاح تب مکمل ہو گی جب ہم ہر لحاظ سے، ہر پہلو سے اپنے جائزے لیں، اپنی برائیوں کو دیکھیں۔ جب ہماری عملی اصلاح ہو گئی تب ہم سمجھ سکیں گے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ صرف ماننے سے، آپ کے تمام دعاوی پر یقین کرنے سے ایک حصے کو تو ہم ماننے والے ہو گئے لیکن ایک حصہ چھوڑ دیا جو نہایت اہم ہے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 206)

جلسے کے دنوں میں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ کریں

تبلیغ کے راستوں کو تلاش کرنے کے لئے بھی تقویٰ ہی شرط ہے جس پر چلنے کی ہر احمدی کو ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ہم نے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کا جو عہد کیا ہے اُس کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے عمل، ہماری کوششیں، ہماری دعائیں ہی دنیا کو راستہ دکھانے کا باعث بن سکتی ہیں ورنہ آج اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت نہیں ہے جو حقیقی اسلام دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔

پس اس جلسے میں آ کر ہر احمدی کو اپنے ان تین دنوں میں جائزے لینے کی طرف جہاں توجہ کی ضرورت ہے وہاں اس عہد کی بھی ضرورت ہے کہ ہم نے آئندہ سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی ہے، اپنے بھائیوں کا حق ادا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی ہے اور معاشرے کا حق ادا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی ہے اور اس ملک کا حق ادا کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی ہے جنہوں نے ہمیں آزادی سے رہنے کے مواقع مہیا فرمائے اور یہ حق تبلیغ کے ذریعے سے ادا ہو سکتا ہے۔ یہ حق اسلام کا خوبصورت پیغام پہنچانے کے ذریعے سے ادا ہو سکتا ہے۔ یہ حق اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں دور کر کے ادا کیا جا سکتا ہے۔ پس تمام مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کریں، تبھی اس طرف توجہ پیدا ہو گی اور تبھی انقلاب آئے گا۔ دعاؤں میں لگیں، اللہ تعالیٰ دعاؤں کی وجہ سے نشانات دکھاتا ہے۔ بہت سے کام جو انسان نہیں کر سکتا، جو عمومی تبلیغ کا طریق ہے، اُس سے نہیں ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہم جھکیں، ایک ہو کر دعائیں کریں تو اللہ تعالیٰ خود نشانات بھی دکھاتا ہے اور وہ نشانات ہی انقلاب کا باعث بھی بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ان دنوں میں خدا تعالیٰ جلسے میں شامل ہونے والے ہر شخص کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی زندگی، اپنے یہ دن، اپنا وقت دعاؤں میں گزارنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 316)

آپسی ہمدردی کی طرف توجہ کرتے ہوئے اپنے جائزے لیں

ہم جلسے میں شامل ہونے آئے ہیں تا کہ اپنی روحانی ترقی کے سامان کریں۔ پس جہاں پر شامل ہونے والا اپنی عبادتوں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی طرف نظر رکھے، وہاں یہ بھی دیکھے کہ جہاں عبادتوں، نمازوں، دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کی طرف آپ توجہ کریں گے، وہاں آپس کی محبت اور تعلق اور ہمدردی کی طرف توجہ کرتے ہوئے اپنے جائزے لیں، ورنہ آپ ایک ایسی جگہ تو آ گئے جہاں لوگوں کا اکٹھ ہے، اجتماع ہے۔ ایسی جگہ تو آپ آ گئے جہاں آپ کے عزیز رشتہ دار اور بعض ہم مزاج لوگ آئے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی جگہ تو آپ آ گئے جہاں بعض علمی اور شاید تربیتی تقاریر سے آپ حظ بھی اُٹھا لیں۔ آپ اُس سے لطف اندوز بھی ہو جائیں گے لیکن جو مقصد ہے اُسے حاصل کرنے والے نہیں بن سکیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقوق العباد اور خاص طور پر اپنے بھائیوں سے ہمدردی کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ (انتظامیہ مجھے یہ بھی بتادے کہ آخر میں آواز کی جو گونج واپس آ رہی ہے تو کیا وہاں لوگوں کو آواز پہنچ بھی رہی ہے کہ نہیں؟ چیک کر کے بتائیں)

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 338)

حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ چوتھی شرط میں ایک احمدی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ کبھی بھی کسی کو اپنے ہاتھ سے یا زبان سے تکلیف نہیں دینی۔ یہ معیار انسان تبھی حاصل کر سکتا ہے جب تقویٰ پر چلنے والا ہو۔ دل اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت سے پُر ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو۔ آپس میں نہ جھگڑو۔ آپس میں بُغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے دشمنیاں نہ رکھو اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اُس پر ظلم نہیں کرتا۔ اُسے ذلیل نہیں کرتا اور اُسے حقیر نہیں جانتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ”تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے“ فرمایا ”کسی آدمی کے شر کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔“

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ..... حدیث:6541)

آج آپ دنیا پر نظر دوڑا کر دیکھ لیں۔ جو ظلم ہو رہے ہیں، جو حقوق غصب کئے جا رہے ہیں، جو مسلمان مسلمان کی گردنیں کاٹ رہے ہیں، جو ظلم و بربریت کے بازار ہمیں ہر طرف گرم ہوتے نظر آتے ہیں، اُن کی بنیاد یہی حسد ہے اور تقویٰ میں کمی ہے۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے اور انتہا پسندی سے بچے ہوئے ہیں۔ لیکن چھوٹے پیمانے پر ہمارے گھروں میں بھی، ہمارے ماحول میں بھی یہ بیماریاں موجود ہیں جن کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک حقیقت پسندی سے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے جائزے لے تو خود اُسے نظر آ جائے گا کہ میں آپ کو یہ غلط باتیں نہیں کہہ رہا۔ بھائیوں بھائیوں میں

حسد کی بنیاد پر رنجشیں ہیں۔ افرادِ جماعت میں حسد کی بنیاد پر رنجشیں ہیں۔ عورتوں میں حسد کی بنیاد پر رنجشیں ہیں۔ اس بات پر حسد شروع ہو جاتی ہے کہ فلاں کو فلاں خدمت کیوں سپرد ہو گئی ہے؟ میرے سپرد کیوں نہیں ہوئی؟ اگر ہم میں سے ہر ایک کو اس بات پر یقین ہے کہ جماعت احمدیہ ایک الٰہی جماعت ہے اور یقیناً ہے تو پھر بجائے عہدہ کی خواہش رکھنے کے استغفار کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ اگر کسی وقت بھی میرے سپرد یہ خدمت ہوئی تو میں اس کو احسن رنگ میں سرانجام دے سکوں۔ عہدہ کی خواہش رکھنے والے کے بارے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو پھر عہدہ ہی نہ دو۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 345-346)

جائزے لیں کہ ہم خلیفہ وقت کے لئے پریشانی کا باعث تو نہیں

اگر یہ بات سب عہدیدار بھی سامنے رکھیں اور عہدوں کی خواہش رکھنے والے بھی سامنے رکھیں تو نفسانی خواہشات کے بجائے تقویٰ کی طرف قدم آگے بڑھیں گے۔ پھر یہ تقویٰ کی کمی ہے جو معمولی باتوں پر رنجشوں کو بڑھاتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ یہ منصوبہ بندی ہو رہی ہوتی ہے کہ فلاں کو دُکھ کس طرح پہنچایا جائے۔ فلاں کو نظامِ جماعت اور خلیفۂ وقت کے سامنے کس طرح گھٹیا اور ذلیل ثابت کیا جائے یا کم تر ثابت کیا جائے یا اُس کی کوئی کمزوری اُس کے سامنے لائی جائے۔ یہاں تک کہ مجالس میں اُس کے بیوی بچوں کو کس طرح ذلیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پورا خاندان بعض دفعہ اس میں involve ہو جاتا ہے۔

پس کجا تو اس شرط پر بیعت ہو رہی ہے کہ نہ صرف یہ کہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا بلکہ ہمدردی کے راستے تلاش کروں گا۔ فائدہ پہنچانے کی ترکیبیں سوچوں گا اور کجا یہ عمل ہے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، اس معیار کو حاصل کرنے کے لئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ ان دنوں میں اپنے یہ جائزے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دن اس راہ کے لئے مہیا فرمائے ہیں۔ میں یہ سب باتیں کسی مفروضے پر بنیاد کر کے نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت میں ایسے معاملے سامنے آتے ہیں جو میرے لئے پریشانی کا موجب ہوتے ہیں، شدید شرمندگی کا باعث بنتے ہیں کہ میں تو دنیا کو یہ بتاتا ہوں کہ جماعت احمدیہ وہ جماعت ہے جو حقوق کی ادائیگی کی راہیں تلاش کرتی ہے۔ اُس مسیح موعود کو ماننے والی ہے جو تقویٰ کی باریک راہوں پر چلانے کے لئے اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا اور ہمارے بعض افراد کی کیا حالت ہے۔ اُن کو دیکھ کر غیر کیا کہیں گے کہ تمہارے دعوے کیا ہیں اور تمہارے لوگوں کے عمل کیا ہیں؟

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 346-347)

ہمیں دعا اور اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے

ایک حقیقی مومن کے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔ عوام الناس کی خیر خواہی کے مقام کو بھی اُس مقام تک پہنچا دیا جس کی ادائیگی کے بغیر نہ خدا تعالیٰ کا حق ادا ہو سکتا ہے، نہ اُس کی کتاب کا حق ادا ہو سکتا ہے، نہ اُس کے رسول کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ اس بات کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بیان فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقی تقویٰ صرف ایک قسم کی نیکی سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ تمام قسم کی نیکیوں کو بجا لانے کی کوشش نہ ہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 680 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر دیکھیں ہمارے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کے حصول کے لئے عاجزی کی انتہائی حدوں کو پہنچی ہوئی دعا۔ وہ نبی جو ہر وقت اپنی جان کو دشمنوں کے لئے بھی ہمدردی کے جذبے کے تحت ہلکان کر رہا تھا، جس کا رُواں رُواں اپنوں کے لئے سراپا رحمت و شفقت تھا، اپنے رب کے حضور عاجزی اور بیقراری سے یہ دعا کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! میں بُرے اخلاق اور بُرے اعمال سے اور بری خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب دعاء امّ سلمہؓ حدیث:3591)

پس یہ وہ تقویٰ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ وہ یہاں ہے اور یہ وہ کامل اسوہ ہے جس کی پیروی کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔ پس ہمیں کس قدر اس دعا کی ضرورت ہے۔ کس قدر اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ کس قدر ہمیں اپنے گریبان میں جھانک کر شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 348)

مسلمان حکومتیں اپنے جائزے لینے کی کوشش نہیں کرتیں

ہمدردی کے جذبے کے تحت یہ بھی دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ اُس تباہی سے دنیا کو بچالے جس کی طرف یہ بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مسلم امہ کے اور مسلمان حکومتوں کے لئے بھی دعائیں کریں یہ بھی آجکل بڑے ابتلا میں آئی ہوئی ہیں اور اپنے جائزے لینے کی کوشش نہیں کرتیں کہ کس وجہ سے یہ ابتلا میں آئی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 351-352)

عملی حالتوں کی تبدیلی میں ہر برائی جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اُس کو چھوڑنا اور ہر نیکی جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اس کا اختیار کرنا شامل ہے۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہر وقت سامنے رکھنا ہو گا کہ قرآنِ کریم کے سات سو حکموں میں سے ایک حکم کی بھی نافرمانی نہ کرو۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 205)

جائزے ہمیں اپنے ایمان میں ترقی کی طرف لے جانے والے ہیں

یہاں امریکہ میں ایک بہت بڑی تعداد افریقن امریکن (Afro-American) کی بھی ہے۔ ان کے بڑوں نے بھی جب احمدیت قبول کی تو بڑی قربانیاں کیں اور اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کیں۔ لیکن آگے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ حالتیں قائم ہیں؟ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے عمل اور اعتقاد میں کوئی تضاد تو نہیں؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد اور نعرے صرف وقتی جذبات تو نہیں؟ جن شرائط پر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے اُن کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے ہم عملی کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نہیں؟

پس یہ جائزے ہیں جو ہمیں اپنے ایمان میں ترقی کی طرف لے جانے والے اور ہمارے اعتقاد اور عمل میں ہم آہنگی پیدا کرنے والے ہوں گے۔ اس وقت میں انہی جائزوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے شرائط بیعت میں سے ایک اہم امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے بھی دوسرا اہم رُکن ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اہمیت کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے اور یہ اہم چیز ہے ’’نماز‘‘۔ شرائط بیعت کی تیسری شرط میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سب سے پہلے اس بنیادی رُکن کو لیتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری بیعت میں آنے والے یہ عہد کریں کہ ’’بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 382)

عارفانہ خوردبین سے اپنے جائزے لیں

اللہ تعالیٰ نے جو یہ جماعت قائم فرمائی تو وہ اس میں شامل ہونے والوں کو خاص طور پر پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ پاک جماعت کا قیام ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے ہر ایک سے یہ چاہتے ہیں کہ یہ عارفانہ خوردبین ہم لگائیں۔ اس سے ہم اپنے نفس کو دیکھیں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اپنی اعتقادی غلطیوں کی جہاں اصلاح کریں وہاں ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی عملی غلطیوں کی بھی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں اور یہ عارفانہ خوردبین ہی ہے جو معمولی قسم کی غلطیوں کو بڑا کر کے دکھائے گی کیونکہ خوردبین کا یہی کام ہے کہ باریک سے باریک چیز بھی بڑی کر کے دکھاتی ہے۔

پس اپنے گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنی پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ پس ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کوئی معمولی دعویٰ اور یہ معمولی جماعت نہیں ہے۔ نہ ہی ہمارا احمدی ہونے کا دعویٰ معمولی دعویٰ ہے، نہ یہ جماعت ایک معمولی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کے افراد کو پاک کر کے ایک پاک جماعت بنانا چاہتا ہے جس کے لئے اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ ہر احمدی کو یہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ یہ تقویٰ اور طہارت کی زندگی کے نمونے ہی ہیں جو وہ انقلابی تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں، اور یہ انقلابی تبدیلی ہمارے اعتقاد کی اصلاح اور اعمال کی اصلاح کے ساتھ وابستہ ہے۔ صرف اعتقادی اصلاح فائدہ نہیں دے سکتی جب تک کہ اعمال کی اصلاح بھی ساتھ نہ ہو۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اعمال کی فکر نہ ہو۔ کیا عقیدہ ہمارا ہونا چاہئے اور کونسے اعمال ہیں جن کی طرف ہمیں توجہ رکھنی چاہئے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس میں میں نے پڑھا۔ ہم نے دیکھا کہ معمولی سے معمولی نیکی کی طرف بھی توجہ اور اُس کے بجالانے کی کوشش کی ضرورت ہے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 10 صفحہ 195)

رپورٹ: صباح الدین بٹ۔ نمائندہ الفضل آن لائن سوئٹزرلینڈ

مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کا29واں سالانہ اجتماع

مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کا29واں سالانہ اجتماع مؤرخہ 20-21 اگست 2022ء کومسجد نور ویگولٹینگن کے ملحقہ ہال میں منعقد ہوا۔

پہلے دن اجتماع کا آغاز مرکزی نمائندہ محترم عبدالخالق صاحب ایڈیشنل پرائیویٹ سیکرٹری برائے انصار اللہ اور ملک عارف محمود صاحب صدر مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کی پرچم کشائی اور محترم منیر احمد منور صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ کی دعا سے ہوا۔

پرچم کشائی کے بعد پہلے اجلاس کی کاروائی کا آغاز محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کی صدارت میں مکرم رفیق الدریس صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔جس کا جرمن ترجمہ مکرم بشارت احمد انیس صاحب جبکہ اردو ترجمہ مکرم بشیر احمد طاہر صاحب نے پیش کیا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم ملک عارف محمود صاحب صدر صاحب مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔

عہد کے بعد مکرم مسعود مجاہد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔

منظوم کلام کے بعد محترم منیر احمد منور صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ نے افتتاحی خطاب فرمایا۔جس میں انہوں نے قرآن کریم اور اقتباسات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے انصار اللہ کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔

افتتاحی خطاب کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے خطاب فرمایا، جس میں انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کو براہ راست دی گئی ذمہ داریاں یاد کرواتے ہوئے ان سے دعاؤں اور حکمت سے عہدہ برآ ہونے کی تلقین کی۔

صدر صاحب مجلس انصار اللہ کے خطاب کے بعد محترم مبلغ انچارج صاحب نے دعا کروائی۔

دعا کے بعد صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مکرم نعیم اللہ صاحب قائد تعلیم کو علمی مقابلہ جات شروع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ منصفین کے فرائض مربیان سلسلہ مکرم عبدالوہاب طیب صاحب، مکرم فائز احمد خان صاحب اور مکرم فہیم احمد خان صاحب نے ادا کئے۔

دوپہر کے وقفہ تک علمی مقابلہ جات کا سلسلہ جاری رہا۔

نماز ظہر وعصر کے بعد 3:00 بجے سے شام 6 بجے تک موحل ہائم کے سیکنڈری سکول کے ہال اور میدان میں ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

شام 6:30 تا 7 بجے تک اجتماع کے ہال میں بیت بازی کا مقابلہ ہوا۔

اجتماع کے دوسرے روز کا آغاز نماز تہجد، فجر اور قرآن کریم کے درس سے ہوا۔

ناشتہ کے بعد 9:30سے 10:45 تک موحل ہائم کے سیکنڈری سکول کے ہال اور میدان میں ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

11:30 دوسرے اجلاس کی کاروائی کا آغاز محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کی صدارت میں مکرم میاں ناصر صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔

تلاوت کے بعد محترم صدر صاحب کی اجازت سے مکرم نعیم اللہ صاحب قائد تعلیم نے علمی مقابلہ جات شروع کروائے۔جن کا سلسلہ 12:15 تک دوسرے اجلاس کی کاروائی کے اختتام تک جاری رہا۔

دوسرے اجلاس کی کاروائی کے اختتام کے معاً بعد مرکزی مہمان خصوصی محترم عبدالخالق صاحب کے ساتھ اجتماع کی انتظامیہ کے گروپ فوٹوز ہوئے۔

فوٹوسیشن کے بعد اسی جگہ 12:20 سے 1:00 بجے تک مجلس انصار اللہ کی نیشنل عاملہ وزعماء کرام کا خصوصی اجلاس ہوا۔جس میں مرکزی مہمان خصوصی محترم عبدالخالق صاحب ایڈیشنل پرائیویٹ سیکرٹری برائے مجلس انصار اللہ نے جائزہ لیا اور مفید ہدایات سے نوازا۔

دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر وعصر کے بعد 2:15 سے 2:50 تک جماعت کے شعبہ وصایا کے زیر اہتمام محترم منیر احمد منور صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ کی صدارت میں وصیت سیمینار منعقد کیا گیا۔

اجتماع کے تیسرے اور آخری اجلاس کی کاروائی کا آغاز محترم عبدالخالق صاحب مرکزی مہمان خصوصی کی صدارت میں مکرم بشارت احمد انیس صاحب کی تلاوت قرآن کریم مع اردو و جرمن ترجمہ سے ہوا۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم ملک عارف محمود صاحب صدر مجلس انصار اللہ نے انصار اللہ کا عہد دہرایا، جس کا جرمن ترجمہ مکرم بشارت احمد انیس صاحب نے کیا۔

عہد کے بعد مکرم رانا سکندر احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔

منظوم کلام کے بعد مکرم اویس احمد طاہر صاحب نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی۔

رپورٹ کے بعد علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والوں میں مرکزی مہمان خصوصی صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔

تقسیم انعامات کے بعد محترم مرکزی مہمان خصوصی صاحب نے اختتامی خطاب شروع کیا۔جس میں انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور پرنور ایمان افروز واقعات کو اپنے پیارے اور ہر ایک کو سمجھ آجانے والے سادہ انداز میں پیش کیا۔

مہمان خصوصی صاحب کے خطاب کے بعد محترم مبلغ انچارج صاحب نے دعا کروائی۔

دعا کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے انتظامیہ اجتماع سمیت اجتماع میں شرکت کرنے والے تمام احباب کا شکریہ ادا کیا۔

اور یوں 4:22 منٹ پر مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کا 29 واں اجتماع 2022ء اپنے اختتام کو پہنچا۔

اجتماع کے اختتام پر اسی ہال میں احباب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لندن سے لائیو اختتامی خطاب برائے جلسہ سالانہ جرمنی 2022ء ٹی وی پر دیکھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا درود پڑھنے کا طریق

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’مَیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ جب بھی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر دعا کرنے کے لئے آتا ہوں مَیں نے یہ طریق رکھا ہوا ہے کہ پہلے مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کرتا ہوں اور دعا یہ کرتا ہوں کہ یا اللہ! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو مَیں اپنے ان بزرگوں کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کرسکوں۔ میرے پاس جو چیزیں ہیں وہ انہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ البتہ تیرے پاس سب کچھ ہے اس لئے میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں کہ تُو مجھ پر احسان فرما کر میری طرف سے انہیں جنت میں کوئی ایسا تحفہ عطا فرما جو اس سے پہلے انہیں جنت میں نہ ملا ہو۔ تو وہ ضرور پوچھتے ہیں کہ یا اللہ! یہ تحفہ کس کی طرف سے آیا؟‘‘ اور جب خدا انہیں یہ بتاتا ہے تو وہ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس طرح دعا کرنے والے کے مدارج بھی بلند ہوتے ہیں اور یہ بات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے۔ اسلام کا مسلّمہ اصل ہے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ دعائیں مرنے والے کو ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں۔ قرآن کریم نے بھی فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ (النساء: 87) کہہ کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تمہیں کوئی شخص تحفہ پیش کرے تو تم اس سے بہتر تحفہ اسے دو۔ ورنہ کم از کم اتنا تحفہ تو ضرور دو جتنا اس نے دیا۔ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دعا کریں گے اور ان پر درود اور سلام بھیجیں گے تو خدا تعالیٰ ہماری طرف سے اس دعا کے نتیجے میں انہیں کوئی تحفہ پیش کر دے گا۔ ہم نہیں جانتے کہ جنّت میں کیا کیا نعمتیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو ان نعمتوں کو خوب جانتا ہے اس لئے جب ہم دعا کریں گے کہ الٰہی! تُو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسا تحفہ دے جو اس سے پہلے انہیں نہ ملا ہو تو یہ لازمی بات ہے کہ جب وہ تحفہ انہیں دیا جاتا ہو گا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی بتایا جاتا ہو گا کہ یہ فلاں شخص کی طرف سے تحفہ ہے۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس علم کے بعد وہ چُپ کر کے بیٹھے رہیں اور تحفہ بھجوانے والے کے لئے دعا نہ کریں۔ ایسے موقع پر بے اختیار ان کی روح اللہ تعالیٰ کے آستانے پر گر جائے گی اور اور کہے گی کہ اے خدا! اب تو ہماری طرف سے اس کو بہتر جزا عطا فرما۔ اس طرح فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ کے مطابق وہ دعا پھر درود بھیجنے والے کی طرف لوٹ آئے گی اور اس کے درجہ کی بلندی کا باعث ہو گی۔ پس یہ ذریعہ ہے جس سے بغیر اس کے کہ کوئی مشرکانہ حرکت ہو ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور قوم بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ گویا قومی اور فردی دونوں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔‘‘

(مزار حضرت مسیح موعودؑ پر دعا اور اس کی حکمت، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 182-184)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دعا کا تحفہ

نماز تہجد میں پڑھی جانے والی ایک دعا

حضرت شدّادؓ بن اوس کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز نفل میں یہ دُعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَسۡاَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الۡاَمۡرِ وَالۡعَزِیۡمَةَ عَلَی الرُّشۡدِ وَاَسۡاَلُكَ شُکۡرَ نِعۡمَتِكَ وَحُسۡنَ عِبَادَتِكَ وَاَسۡاَلُكَ قَلۡبًا سَلِیۡمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّاَسۡاَلُكَ مِنۡ خَیۡرِ مَا تَعۡلَمُ وَاَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ مَا تَعۡلَمُ وَاَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا تَعۡلَمُ

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں تجھ سے معاملات میں ثباتِ قدم اور رُشد و ہدایت میں (استقامت و) عزیمت کی دُعا مانگتا ہوں۔ مَیں تجھ سے تیری نعمتوں کے شکر اور تیری خوبصورت عبادت کی توفیق چاہتا ہوں۔ مَیں تجھ سے قلبِ سلیم اور سچ کہنے والی زبان کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ہر اُس خیر کا طلبگار ہوں جو تیرے علم میں ہے، اور ہر اُس شرّ سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے، اور تجھ سے ان سب گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہیں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 71)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

ارکان نماز پُر حکمت ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اُس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدّیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظِل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے اور رُوح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گِر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے اور اپنے نقشِ وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور شریعت اسلامی نے اس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچ کر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کی ایسی بناوٹ پیدا کی ہے کہ روح کا اثر جسم پر اور جسم کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ جب تمہاری روح غمگین ہو تو آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جب روح میں خوشی پیدا ہو تو چہرہ پر بشاشت ظاہر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ انسان بسا اوقات ہنسنے لگتا ہے ایسا ہی جب جسم کو کوئی تکلیف اور درد پہنچے تو اس درد میں روح بھی شریک ہوتی ہے اور جب جسم کھلی ٹھنڈی ہوا سے خوش ہو تو روح بھی اس سے کچھ حصہ لیتی ہے۔ پس جسمانی عبادات کی غرض یہ ہے کہ روح اور جسم کے باہمی تعلقات کی وجہ سے روح میں حضرتِ احدیت کی طرف حرکت پیدا ہو اور وہ روحانی قیام اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے کیونکہ انسان ترقیات کے لئے مجاہدات کا محتاج ہے اور یہ بھی ایک قسم مجاہدہ کی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب دو چیزیں باہم پیوست ہوں تو جب ہم اُن میں سے ایک چیز کو اٹھائیں گے تو اُس اُٹھانے سے دوسری چیز کو بھی جو اس سے ملحق ہے کچھ حرکت پیدا ہو گی لیکن صرف جسمانی قیام اور رکوع اور سجود میں کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ اس کے ساتھ یہ کوشش شامل نہ ہو کہ روح بھی اپنے طور سے قیام اور رکوع اور سجود سے کچھ حصہ لے اور یہ حصہ لینا معرفت پر موقوف ہے اور معرفت فضل پر موقوف۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 223-224)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

آوارگی، فارغ اور بے کار بیٹھنے کا نام ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ فروری 1939ء میں فرمایا:

بچہ کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھنا چاہئے۔ میں کھیل کو بھی کام ہی سمجھتا ہوں۔ یہ کوئی آوارگی نہیں۔ آوارگی میرے نزدیک فارغ اور بے کار بیٹھنے کا نام ہے یا اس چیز کا کہ بانہوں میں باہیں ڈال لیں اور گلیوں میں پھرتے رہے۔ اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے کہ بچے یا پڑھیں یا کھیلیں یا کھائیں اور یا سوئیں۔ کھیل آوارگی نہیں۔

(الفضل 11/ مارچ 1939ء صفحہ 7)

مرسلہ: ذیشان محمود۔ مربی سلسلہ سیرالیون

طلوع وغروب آفتاب

یکم نومبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:06	17:44
مدینہ منورہ	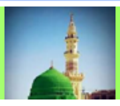	05:09	17:42
قادیان		05:22	17:39
ربوہ		05:02	17:19
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:26	16:37